امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 35 مورخہ ۱۸ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۷ر ستمبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری
- آیئے اپنے نفس کا محاسبہ کریں
- علمائے دین کے معاشی ذرائع
- لاک ڈاؤن کے بعد لاکھوں بچے......
- ڈاکٹر کفیل خان کی رہائی
- خودکشی ایک سماجی المیہ
- اخبار جہاں، کیرئر وروزگار
- طب وصحت، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

سیاست: اسلامی طریقہ کار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

نبی اور رسول پوری دنیا کے انسانوں میں سب سے زیادہ ممتاز اور کار خلافت کے لیے موزوں ترین انسان تھے، ان کے اقوال، اعمال، کیرکٹر اور کردار کی حفاظت من جانب اللہ کی جاتی تھی، کیوں کہ آگے انہیں جو کام کرنا تھا اس کے لیے کردار کی بلندی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، تاکہ لوگ ان کی بات پر کان دھریں اور گم گشتہ لوگ راہ ہدایت پاسکیں، اس کام میں ان کی مدد وحی الٰہی کے ذریعہ کی جاتی تھی، اس طرح وہ ایک ایسی جماعت تیار کرنے پر قادر ہوتے تھے جن کا اللہ رب العزت سے مضبوط رشتہ ہوتا تھا، اور وہ اس خلافت ارضی کی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہوا کرتے تھے۔

انسان سے انسان کا رشتہ سماجی بنیادوں پر ہوتو اخلاقیات کہتے ہیں، اور اس رشتہ میں حکومت کے قیام اور اس کے تعلقات کی جدوجہد ہوتو اسے سیاسیات کہتے ہیں، توجہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی طرف ہوتو مکارم اخلاق ہے اور حکومت کی طرف ہوتو سیاسیات ہے۔ انبیاء ورسل تہذیب اخلاق کا کام بھی کرتے تھے اور روئے زمین پر خلافت اور حکومت کے قیام کے لیے بھی جدوجہد کیا کرتے تھے، البتہ یہ کام تین مرحلوں میں کیا جاتا تھا، پہلے عقائد درست کرائے جاتے تھے، اللہ رسول کا کلمہ پڑھایا جاتا تھا، دوسرے مرحلہ میں تزکیہ نفس، تربیت اور مکارم اخلاق پر توجہ دی جاتی تھی اور تیسرے مرحلہ میں جب حالات سازگار ہوتے تو دینی خطوط پر حکومت الٰہیہ کا قیام عمل میں آتا تھا۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ابتدائی مرحلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد سازی پر توجہ دیا اور مکارم اخلاق سے امت کو آراستہ کرنے کی جدوجہد کرتے رہے، ایمان وعمل صالح کی طرف لوگوں کو بلانے کا کام کیا، پھر جب پوری جماعت تہذیب نفس کے منزل سے گذر گئی تو ایسا معاشرہ وجود میں آگیا جو خود بخود ہلکی سی توجہ سے ملکی سیاست کے اسرار ورموز پر واقف ہوگئی اور حکومت الٰہیہ کا قیام عمل میں آگیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان وعقائد اعمال وافعال کے اعتبار سے صحابہ کرام کی تربیت کی تھی، اور یہ تربیت اس قدر مکمل تھی کہ اللہ نے انہیں اپنی رضا کی بشارت دی، یہ جماعت خود بھی راضی برضاء الٰہی تھی، پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گیے تو اس منتخب جماعت کے لیے ممکن ہوسکا کہ اسلامی اصول واقدار پر حاکمیت کی بنیاد رکھی جائے، اس کام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ کار اپنایا، اس میں دنیا میں رائج تنازع للبقا کے اصول کو رد کردیا، رواج یہ تھا کہ ہر قبیلہ اور ریاست اپنی بقا کے لیے جنگ پر آمادہ ہوتا تھا، زندگی کا کوئی تصور بغیر جنگ کے نہیں ہوتا تھا اور لوگ ہر وقت اس کے لیے تیار رہتے تھے، شاعر نے کہا کہ؂

زندگی جنگ است جاناں بہر جنگ آمادہ شو
نیست ہنگام تغافل بے درنگ آمادہ شو

یعنی زندگی جنگ ہے؛ اس لیے جنگ کے لیے تیار رہو، مہلت کا وقت نہیں ہے، بے خوف وخطر آمادہ ہو، اس ماحول میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تنازع للبقا'' کے اصول کے بجائے بقائے باہم کا اصول دنیا کو دیا؛ جو سیاست میں بالکل نئی چیز تھی، بقاء باہم کی بنیاد پر آپ نے میثاق مدینہ کیا جو آج بھی معاہدہ کے لیے ماڈل اور نمونہ سمجھا جاتا ہے، اس معاہدہ کی رو سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم مان لیا گیا اور آپ نے ہر مذہبی جماعت کو اس کے اپنے دین پر چلنے کی آزادی دیدی، اور دفاعی امور میں سب کو شریک کرلیا، یہ پہلا سیاسی معاہدہ تھا، جس نے مسلمانوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اعلان کردیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے، اور بدی سے روکیں گے''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کی بنیاد اس بات پر تھی کہ جاہلیت کا کوئی طریقہ رائج نہیں کیا جائے گا، امور مملکت یا تو وحی الٰہی سے طے ہوں گے یا مشورے سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ ہمارے درمیان پیش آجائے، جس کے بارے میں نہ کوئی امر ہو اور نہ نہی تو ایسی صورت میں آپ کا کیا ارشاد ہے، فرمایا: اس بارے میں عبادت گذار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشورہ کرلیا کرو، اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اسلامی سیاست میں بنیادی حیثیت دی گئی؛ بلکہ مملکت کے قیام کا مقصد ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مزاج بنانا تھا، اور طے کرلیا گیا تھا کہ وہ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون ہوں گے اور گناہ کے کاموں میں تعاون نہیں کیا جائے گا، اس سیاست میں جن لوگوں کا عمل دخل ہوگا، ان کے لیے بنیادی شرط یہ رکھی گئی کہ وہ عہدے کے طالب نہیں ہوں گے، ذاتی زندگی میں وہ ایمان دار خداترس، نیک اور امانت دار ہوں گے، ان کے اندر حد سے گذرنے اور فساد فی الارض کا مادہ نہیں ہونا چاہیے، ان کے اندر حکومت کرنے کی ذہنی اور جسمانی صلاحیت ہونی چاہیے، وہ اہل علم بھی ہوں اور معاملہ فہم بھی، جو لوگ بھی حکومت کریں گے ان کے لیے عدل وانصاف کا قیام ضروری ہوگا اور ظلم وجور کے خاتمہ کے لیے کام کرنا ہوگا، اس حکومت میں رعایا کو ان کے حقوق دیے جائیں گے، ان کے جان ومال عزت وآبرو، نیز ان کی نجی زندگی محفوظ رہے گی، رعایا کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق ہوگا، اور شرعی اصول وحدود اور ادب واحترام کے ساتھ اظہار خیال کی آزادی ہوگی، غیر مسلموں کو بھی اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہوگی اور ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھا جائے گا، رنگ ونسل زبان اور علاقہ کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جائے گی؛ کیونکہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اس بنیاد پر کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر برتری حاصل ہوگی، برتری کا معیار تقویٰ ہوگا۔ ہر قسم کے تعصب کا خاتمہ ہوگا، لسانی علاقائی اور قبائل کی بنیاد پر کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ اسی طرح رعایا کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے حاکم کی اطاعت کریں گے اور کسی بھی امر معروف میں نافرمانی سے گریز کریں گے، قانون کی پابندی کا خیال رکھیں گے اور نظم ونسق میں خلل نہیں ڈالیں گے، ملک پر وقت آئے تو جان ومال کی قربانی پیش کریں گے۔

جنگ وصلح سے متعلق خارجہ پالیسی میں بدعہدی سے بچا جائے گا اور معاہدہ ختم کرنا ضروری ہوا تو اس کی اطلاع مخالف فریق کو دی جائے گی، عہد وپیمان کا خیال رکھا جائے گا اور اس میں مکر وفریب کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی، صلح پسندی حکومت کا موقف ہوگا، جو گروپ دشمنی پر آمادہ نہ ہو اس سے دوستانہ برتاؤ کیا جائے گا، جو لوگ ظلم وزیادتی کریں گے ان سے بدلہ لینے میں زیادتی نہیں کی جائے گی۔ جو لوگ اسلام کی برتری کو مانیں گے اور جنگ پر آمادہ نہیں ہوں گے ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی، ان کے متعلق انسانی حقوق کا خیال رکھا جائے گا۔

سیرت مبارکہ میں ان اصولوں کی عملی تنفیذ کے واقعات کثرت سے موجود ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حکمراں ہو اس کو بھاری حساب دینا ہوگا اور وہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست کے جو اصول مقرر کئے تھے اور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی عمل پیرا رہے دھیرے دھیرے امت نے ان اصولوں کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اسے حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا اور سیاست غیر اسلامی بن کر رہ گئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی پہلے ہی کردی تھی، مسلم شریف کتاب الایمان کی روایت ہے کہ ''پھر ان کی جگہ نالائق لوگ لے لیں گے، جو کہیں گے وہ کریں گے نہیں، اور وہ کام کریں گے جس کا حکم نہیں دیا گیا ہے، پس جو کوئی ان کے خلاف ہاتھ، زبان اور دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے، اس سے کم تر ایمان کا ذرہ برابر بھی درجہ نہیں ہے۔''

نسائی شریف کی ایک روایت ہے کہ میرے بعد کچھ لوگ حکمراں ہونے والے ہیں، جو ان کی جھوٹ میں تائید اور ان کے ظلم میں مدد کرے، وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں'' ایک روایت میں ہے کہ عنقریب تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جن کے ہاتھ میں تمہاری روزی ہوگی، وہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے، کام کریں گے تو بُرے کام کریں گے، وہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم ان کے بُرے کاموں کی تعریف اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو، پس تم ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارہ کریں، پھر اگر وہ تجاوز کریں تو اس تجاوز کے نتیجے میں جو شخص قتل کیا جائے وہ شہید ہوگا۔ آج کی خدا بیزار اور ظلم وجور پر مبنی سیاست کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔

اچھی باتیں

''انسان ہمیشہ تکلیف میں ہی سیکھتا ہے، خوشی میں تو پچھلے سبق بھی بھول جاتا ہے۔ ☆ کسی کی آنکھ تمہاری وجہ سے نم نہ ہو کیوں کہ تمہیں اس کے ہر آنسو کا قرض چکانا ہوگا ☆ قوموں پر زوال بُرے لوگوں کے بھونکنے سے نہیں، اچھے لوگوں کے خاموش رہنے سے آتا ہے۔ ☆ کچھ لوگ آپ کے وفادار نہیں، بلکہ آپ سے وابستہ اپنی ضرورت کے وفادار ہوتے ہیں، جیسے ہی ان کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے وفاداری بھی ختم ہوجاتی ہے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''کورونا کی مشکلات ہی کیا کم تھیں کہ نوجوانوں کو اب بیروزگاری کا کرب بھی جھیلنا پڑ رہا ہے، بہار اس کی بڑی مثال ہے، جہاں انتخاب کافی نزدیک ہے، لیکن ریاست میں بحالی کی کارروائی سست ہے، یہ طریقۂ کار بیروزگاری جس وبا کو دعوت دیتی ہے، سال ۲۰۱۴ء میں بہار میں اس، اس، سی، سی اچ اس ال کے لیے ہزاروں جگہیں آئی تھیں، مگر ۲۰۲۰ء آگیا اور اب تک بحالی کی کارروائی مکمل نہیں ہوئی۔''

(ہندوستان، پٹنہ ۲۹ر اگست ۲۰۲۰)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

محبت، فاتح عالم

اور تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب کہ تم لوگ دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان جوڑ پیدا کر دیا، پھر تم اللہ کی اس نعمت کے سبب بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہونچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران۔۱۰۳)

تشریح:۔ زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرہ کے اندر قومی عصبیت اور خاندانی عداوت کی جڑیں اتنی مضبوط و مستحکم تھیں کہ معمولی معمولی باتوں پر تلواریں بے نیام ہو جاتیں، ایک خاندان دوسرے خاندان کو برداشت کرنے اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، اس نفرت وعداوت کے زہریلے اثرات نے انسانی معاشرے سے امن وسکون کو ختم کر دیا تھا، ہر شخص اپنی ذات اور قبیلہ سے محبت کرتا اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگا رہتا، قرآن مجید نے عرب کے اس معاشرے کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا کہ تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں توحید وایمان کا نور پیدا کیا، جس کے نتیجہ میں تم سب بھائی بھائی بن گئے، خونی اور خاندانی رشتوں کے بجائے ایمانی رشتے مضبوط ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت جاہلیہ کو قدموں تلے روندنے کی تعلیم دی اور مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت اتنی مستحکم ہو کہ خون کی محبت پر ایمانی محبت غالب آ جائے، کیونکہ جب محبت والفت کا یہ جذبہ ایمانی بنیادوں پر استوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خصوصی فضل فرمائیں گے، اور جب قیامت کے دن کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے، صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بزرگی اور اطاعت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، آج کے دن میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں گا اور آج کے دن کوئی سایہ نہیں ہے سوائے میرے سایہ کے۔ ایسے لوگوں کے مقام کو دیکھ کر انبیاء وشہدا بھی رشک کریں گے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میری عظمت وبزرگی کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے قیامت کے دن نور کے ایسے منبر ہوں گے جن پر انبیاء وشہدا بھی رشک کریں گے (ترمذی شریف) یہ انعامات واکرامات ان برگزیدہ بندوں کے لئے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اور اپنے ایمانی بھائیوں سے تعلق ومحبت صرف اپنے خالق کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بڑی مایوسی نظر آتی ہے، اور بے لوث محبت کرنے والوں کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے، مجلسی گفتگو میں شریک ہوتے ہیں، خوش گپیاں بھی کرتے ہیں لیکن دل ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوئے ہیں، ذہنی فاصلے بنے ہوئے ہیں، جب مجلس ختم ہو جاتی ہے تو آنکھیں پھیر لیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر اور قرآنی اصولوں سے ہٹ کر اپنی خواہشات کے تابع بن گئے ہیں، جس سے نہ انفرادی زندگی میں خوشحالی آسکتی ہے نہ جماعتی زندگی میں۔

رزق حلال کی تلاش

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ جو مال لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔ (بخاری شریف)

مطلب:۔ نماز کے بعد سب سے بڑا فریضہ رزق حلال کے لئے محنت ومزدوری کرنا ہے، اگر کوئی رزق حلال کے لئے تگ ودو کرتا ہے، تا کہ وہ عزت وآبرو کے ساتھ گذر بسر کرے اور اپنی بیوی بچوں کی پرورش کر سکے تو یہ بھی عبادت ہے، اور اس کو اس پر اللہ کی طرف سے اجر ملے گا، لیکن جو لوگ ناجائز طریقوں سے مال کماتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، دھوکہ دھری کرتے ہیں، ہیرا پھیری میں لگے رہتے ہیں تو اس سے حاصل کیا ہوا مال حرام ہے، وہ اس کے لئے وبال جان بنے گا، حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور روزی کی تلاش میں غلط طریقے مت اختیار کرو، اس لئے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک اس کے حصے کی روزی اسے نہ مل جائے، ہاں اس کے ملنے میں دیر ہو سکتی ہے، اس لئے رزق حلال حاصل کرو اور حرام کے قریب نہ جاؤ، وہ لوگ جو لالچ کے طور پر غبن کرتے ہیں یہ ان کے لئے محرومی اور بدنصیبی ہے، بہت سے لوگ دفتروں اور کارخانوں میں ملازمت کرتے ہیں، اگر وہ وقت کی پابندی کے ساتھ ڈیوٹی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کام کو خیر خواہی اور اخلاص سے انجام دیتے ہیں تو وہ بھی اللہ کے یہاں جوابدہ ہوں گے، بہت سے وکلاء مقدمے کو خواہ مخواہ سنگین بنا کر بڑی فیس لیتے ہیں، معاوضہ کی یہ رقم بھی ان کے لئے کھلی بے ایمانی ہے، کیونکہ گناہ اور غلطیاں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو جان بوجھ کر کی جائیں اور دوسرے وہ جو انجانے میں یا لغزش کے طور پر ہو جائیں، بھول چوک والی غلطیاں معافی تلافی کے بعد دھل جائیں گی لیکن جان بوجھ کر گناہ کا کام کرنا یہ سرکشی ہے، وہ گنہگار ہی نہیں اللہ کے سامنے گستاخ بھی ہے اور وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس زمانہ کی پیشین گوئی کی ہے کہیں یہ بات اسی زمانے سے متعلق تو نہیں ہے، آج کل کے تاجروں اور صنعت کاروں کا جو رجحان ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ یہ پیش گوئی بڑی سچی ہے، اس لئے ہر مومن بندہ کو اس کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ وہ جو کچھ کما رہا ہے یا اس کی جو آمدنی ہو رہی ہے وہ جائز طریقوں سے ہو رہی ہے یا اس میں کچھ کھوٹ ہے۔ اگر منہ میں حرام لقمے گئے تو چالیس دنوں تک نماز قبول نہیں ہوگی، اگر حرام کے ایک لقمے کا اثر چالیس دن تک باقی رہتا ہے تو اللہ کے بندوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ جو لوگ دن رات حرام کھاتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا، ہمارے بزرگان دین مشتبہ مال کو استعمال کرنے سے پرہیز کرتے تھے، ہم کو بھی حرام مال سے نہ صرف نفرت ہونی چاہئے، بلکہ مشتبہ اشیاء خوردنی کے کھانے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

یہ کہنا نہ تو میرے جنازے میں شریک ہوں اور نہ مٹی دیں:

خالد اور راشد دونوں سگے بھائی ہیں، کسی بات کو لے کر دونوں میں لڑائی جھگڑا ہوا اور بات اتنی بگڑ گئی کہ خالد نے کہا کہ میرے یہاں میری یا کسی کی بھی موت ہو تو راشد نہ تو جنازہ میں شریک ہو اور نہ مٹی دے، اس طرح کی پابندی لگانا کیا درست ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک حق جنازہ میں شرکت بھی ہے" حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز وإجابة الدعوةوتشميت العاطس" (صحیح البخاری باب الامر باتباع الجنائز: ۲۴۰) لہٰذا صورت مسؤلہ میں شخص مذکور اپنے بھائی کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتا جو شریعت نے اسے دیا ہے، وہ اپنے بھائی کے یہاں جنازہ وغیرہ میں شریک ہو سکتا ہے۔ البتہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی سے بلا عذر شرعی تین دن سے زیادہ بات چیت بند رکھے۔ لايحل لمسلم ان يجهر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار (سنن ابوداؤد، کتاب الادب۔۴۹۱۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی تاکید کی ہے اور رشتے کو توڑنے سے نہ صرف منع فرمایا ہے بلکہ ایسے لوگوں کے متعلق سخت وعید سنائی ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا" لا يدخل الجنة قاطع" (صحیح البخاری، کتاب الادب۔۵۹۸۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھا اور پھر اس کی موت ہوگئی تو جہنم میں داخل ہوگا" لايحل لمسلم ان يجهر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار (سنن ابی داؤد، کتاب الادب: ۴۹۱۴) لہٰذا دونوں بھائیوں پر لازم وضروری ہے کہ باہمی رنجش اور ناراضگی کو دور کر کے معافی تلافی کر لیں اور اپنی آخرت کو برباد ہونے سے بچا لیں ورنہ دونوں گناہ گار رہوں گے۔ فقط

بیٹے کو حافظ قرآن بنانے کی نذر:

اشرف اولاد سے محروم تھا، اس نے دعا مانگی کہ اے اللہ ہمیں لڑکا دے، اگر تو نے لڑکا دیا تو ہم اس کو حافظ قرآن بنائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کو لڑکا دیا لیکن اس کو حافظ قرآن بنانے کے بجائے دنیاوی تعلیم میں لگا دیا، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب شخص مذکور نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے بیٹے کو حافظ قرآن بنائیں گے اور اس نے حافظ قرآن بنانے کی کوشش نہیں کی تو اس پر وعدہ کی خلاف ورزی کا گناہ ہوگا، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ اپنے بیٹے کو حافظ قرآن بنانے کی فکر کرے اور وعدہ کی خلاف ورزی کے گناہ سے بچے، اللہ پاک کا ارشاد ہے" وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ" (النحل: ۹۱) جب تم آپس میں عہد کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو اور پختہ قسمیں کھانے کے بعد انہیں توڑ نہ ڈالو، حالانکہ تم اپنے آپ پر اللہ کو گواہ بنا چکے ہو، بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو" و اوفوا اذا وعدتم" (المسند للامام احمد بن حنبل: ۵/۳۲۳) فقط

عفت وعصمت کی حفاظت میں خودکشی کرنا:

موجودہ حالات میں جب کہیں دنگا ہوتا ہے تو دنگائی مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر لوٹ پاٹ مچاتے ہیں اور عورتوں کی عصمت وآبرو کو لوٹتے ہیں ایسی صورت میں کیا کسی عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی عزت لٹنے سے پہلے خودکشی کر لے؟

الجواب وباللہ التوفیق

ایسے نازک حالات میں بھی عورت کو خودکشی کی اجازت نہیں ہے، ایسے موقع پر وہ اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کرے، پھر بھی ظالم جبراً اس کی عزت لوٹ لے تو اس کا گناہ خاتون پر نہیں ہوگا" وفي جانب المرأة يرخص لها الزنا بالاكراه الملجى (شامی، کتاب الاکراہ: ۹/۱۸۸)

" والمرأة كالقاضي اذا سمعته او اخبرها عدل لايحل لها تمكينه ،والفتوىٰ علىٰ انه ليس لها قتله ولا تقتل نفسها بل تفدى نفسها بمال او تهرب (ردالمحتار ۴/۴۶۳ باب الصریح) فقط

نر جانور کو پال کے لیے اجرت پر دینا:

عموماً لوگ مادہ جانور پالتے ہیں لیکن جب اس کو پال کھلانے کی ضرورت پڑتی ہے تو پریشان ہوتے ہیں کیونکہ پال کے لیے نر جانور ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتا، کچھ لوگ اسی مقصد کے لیے نر جانور پالتے ہیں اور پال کھلانے پر اجرت ومعاوضہ لیتے ہیں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

نر کو مادہ کے ساتھ جفتی کرانے پر باضابطہ اجرت ومعاوضہ لینا شرعاً درست نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے البتہ معاوضہ طے کئے بغیر مادہ جانور کا مالک اپنی خوشی سے نر جانور کے مالک کو کچھ ہدیہ وتحفہ دے دے تو شرعاً اس کی اجازت ہے"عن انس بن مالك رضي الله عنه ان رجلا من كلاب سال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل فنهاه ،فقال يا رسول الله انا نطرق الفحل فنكرم فرخص له في الكرامة (سنن ترمذی ۱/۲۴۰) فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب
پھلواری شریف

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 35 مورخہ ۱۸/محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۷/ستمبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

خانگی زندگی

انسان علمی، سائنسی اور تحقیقی میدان میں آگے بڑھ رہا ہے اور اس نے اپنے علم وعمل سے تسخیر کائنات کے قرآنی نظریہ اور الٰہی فرمان کو سچ کر دکھایا ہے، لیکن اس کے برعکس دین وشریعت سے دوری نے اس کی ذاتی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے اور ذہنی سکون چھنتا جا رہا ہے، حالاں کہ اللہ رب العزت نے انسانی زندگی میں مرد وعورت کے نکاحی رشتے کو مودت ومحبت اور پرسکون زندگی کا سبب قرار دیا تھا، لیکن ہماری بے عملی، بدعملی اور اس رشتے کے احترام کی لازمی اہمیت کے نظر انداز کرنے کی وجہ سے گھر میں سکون وطمانینت جیسی کوئی چیز باقی نہیں رہی بیش تر گھروں میں خانگی زندگی کو آپسی جھگڑے اور غلط فہمیوں نے برباد کر رکھا ہے، اس لیے گھر کے نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے، یہ درستگی گھر کو پرسکون بنانے کے لیے اصول کے درجے میں ہے، ہماری خانگی زندگی کی بے ترتیبی کے اثرات بچوں کی ذہنی نشو ونما پر پڑتے ہیں، ہم نے بچوں کی تربیت کا کام اسکولوں اور کنونٹوں کے ذمہ کر دیا ہے، جہاں اعلیٰ اخلاق اقدار کے فروغ کا کام تمام ہو چکا ہے، مادہ پرستی نے انہیں ایک صنعتی کارخانہ بنا دیا ہے جہاں نصاب پڑھا دیا جاتا ہے، اقدار نہیں پڑھائے جاتے، ایسے میں ہماری ذمہ داری کافی بڑھ گئی ہے، ہمیں اپنے گھر کے نظام کو چست درست رکھنا ہوگا، اور اس کے لیے ملکی قوانین وضوابط کی طرح کچھ اصولوں کو گھر میں رائج کرنا ہوگا، تاکہ ہماری خانگی زندگی اور گھریلو نظام دوسروں کے لیے بھی اسوہ اور نمونہ بن سکے اور پرسکون ماحول میں بچے اچھی تربیت پاسکیں۔

سب سے پہلا کام یہ کرنا ہوگا کہ گھر کا ہر فرد نماز وقت پر ادا کرے، قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرے، نماز بندگی، عاجزی، درماندگی، بے کسی اور بے بسی کے اظہار کا بڑا ذریعہ ہے، نماز کی پابندی سے تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے اور اپنے کو بڑا سمجھنے کے بجائے اللہ کی بڑائی کا خیال ذہن ودماغ پر جمتا ہے، جو سارے جھگڑوں کے ختم کرنے کا سبب بنتا ہے، اس لیے کہ جھگڑے اپنی بڑائی کے خیال سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ گھر کا ہر فرد کسی نہ کسی درجہ میں اپنے مقام مرتبہ اور حیثیت کے اعتبار سے ''انا'' کا شکار ہوتا ہے اور اس انانیت کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، اس لیے معاملہ بگڑتا چلا جاتا ہے، یہ بیماری نماز کے ذریعہ ہی ختم ہوسکتی ہے، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تواضع اختیار کریں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کو رفع درجات کا سبب بتایا ہے۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔

گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے ''برائے مہربانی'' اور شکریہ کے کلمات کو رواج دینا چاہیے، اس سے ایک دوسرے کی وقعت دل میں بڑھتی ہے، آتے جاتے سلام کے الفاظ دل کے دروازے ایک دوسرے کے لیے کھولتے ہیں، یہ آداب ملاقات بھی ہے اور لوگوں کے لیے سلامتی کی دعا بھی، گھریلو مسائل جو بھی ہوں انہیں آپس میں ادب واحترام کے ساتھ ایک دوسرے کو منتقل کرنا چاہیے، مار پٹائی، گالی گلوج، لعن طعن سے بچنا چاہیے، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانا انتہائی غلط حرکت ہے، یہ خاندان کے کمزور افراد ہوتے ہیں، اور کمزوروں پر ہاتھ اٹھانا انتہائی بزدلی کی بات ہے، تنبیہ کی گنجائش تو ہے لیکن اس کا اسلوب بھی جارحانہ نہ ہو، اس لیے کہ یہی جارحیت خانگی زندگی کو جوالا مکھی اور آتش فشاں بنا دیتی ہے۔

خانگی نظام کو ٹھیک رکھنے میں ادب واحترام کے ساتھ خوش سلیقگی کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے، خوش سلیقگی یہ ہے کہ جب کوئی بات کرے تو توجہ سے سنی جائے، خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو، اس سے اس کے اندر یہ احساس جاگے گا کہ میری بات توجہ سے سنی گئی اور اسے اہمیت دی گئی، اہمیت کا یہ احساس گھروں میں جو باغیانہ تیور نئی نسلوں میں پیدا ہو رہے ہیں اسے ختم کرنے میں معاون ومددگار ہوگا، یہ سلیقہ گھروں میں نظر بھی آئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر کا ہر فرد اپنے ذمہ لازم کرلے کہ جو چیز جہاں سے اٹھائے گا وہیں رکھے گا، دروازہ اور کھڑکی کھولا ہے تو ضرورت پوری ہونے کے بعد اسے بند بھی کرے گا، رات کو بارہ بجے کے بعد کوئی جاگا نہیں رہے گا، فضول گفتگو نہیں کرے گا، رات کے اس حصہ میں وہاٹس ایپ اور دوسرے ذرائع کا استعمال بھی نہیں کرے گا، یہ پابندی آپسی مجلسی گفتگو کے وقت بھی جاری رہے گی۔ کیوں کہ مجلس کے شرکاء کی اہمیت کا خیال اس وقت ہر اعتبار سے ضروری ہے، ہمیں اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ ابھی ہمارے لیے وہ شخص سب سے اہم ہے جو ہم سے مخاطب ہے۔

انفرادی طور پر کھانے کے بجائے اجتماعی طور پر خورد ونوش بھی گھر کے ماحول کو سازگار بنانے میں انتہائی معاون ہوتا ہے، اور اس سے بہت ساری غلط فہمیوں کا دروازہ بند ہوتا ہے اور کھانے میں برکت ہوتی ہے، اپنے ضروری کام خود انجام دے لینا بھی اسوۂ رسول ہے، اپنے چھوٹوں پر رعب ودبدبہ کے ساتھ حکم جمانا بچوں کی نفسیات کے لیے مضر ہے، البتہ تربیتی نقطۂ نظر سے ایسا ماحول بچوں کو فراہم کرنا چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اسے اپنی سعادت سمجھیں، دراصل یہ دوطرفہ الفت ومحبت کا معاملہ ہے، آپ چھوٹوں پر رحم کریں گے تو وہ اپنے بڑے کی توقیر کریں گے، گھر میں اگر وسعت ہو اور ہر ایک کے لیے الگ الگ کمرے مختص ہوں تو حتی الامکان دوسرے کے کمرے میں جانا اس کے سامان کو الٹ پلٹ کرنا بھی ممنوع ہونا چاہیے، جانا ضروری ہو تو دروازہ پہلے کھٹکھٹایا جائے، سلام کیا جائے، یہ سلام استیذانی کہلاتا ہے، سلام کا جواب مل جائے اور صاحب کمرہ استقبال کی پوزیشن میں ہو تو ضرور جانا چاہیے، بچوں کی تربیت کے لیے اچھے کاموں اور امتحان میں اچھے نتائج کے موقع سے حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے، اس سے آگے بڑھنے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، گھر کے کسی فرد کی بیماری پر تیمارداری اور عیادت سے بھی آپسی محبت پروان چڑھتی ہے، اس لیے اس کام کو دوسری ضروریات پر مقدم رکھنا چاہیے، خانگی زندگی کو پرسکون رکھنے کے لیے اصول اور بھی ہیں فی الوقت اتنا ہی، باقی پھر کبھی۔

توہین عدالت

سپریم کورٹ کے جسٹس ارون مشرا کی قیادت میں تین رکنی بینچ نے پرشانت بھوشن کو ایک روپے کی سزا سنائی اور واضح کر دیا کہ اگر وہ یہ رقم ادا نہیں کرتے تو تین ماہ کی جیل اور تین سال کے لیے ان کی وکالت کا لائسنس رد رہے گا، فیصلہ سننے کے فورا بعد ان کے وکیل راجیو دھون نے ایک روپیہ جرمانہ کا جمع کر دیا اور اس طرح یہ تاریخی مقدمہ جس میں اظہار رائے کی آزادی اور توہین عدالت کے حوالہ سے بحث نے عدلیہ کی تاریخ کو نیا موڑ دیا، اختتام پذیر ہوا، فاضل جج صاحبان کو قلبی تسکین ہوگئی کہ ہم نے پرشانت بھوشن کو جھکا دیا، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی نے اس سزا کا جائزہ ایک قطعہ میں لیا ہے۔

منصف کی جھوٹی شان بچانے کے واسطے
اہل ہوس کی مان بڑھانے کے واسطے
ظلم کے آگے سجدہ کرانے کے واسطے
اک روپیہ بہت ہے جُھکانے کے واسطے

یہ سزا انہیں دو ٹویٹ پر سنائی گئی ہے، پہلی ٹویٹ میں انہوں نے کہا تھا کہ ''جب مؤرخین ہندوستان کے گذشتہ چھ سالوں کو دیکھتے ہیں تو پاتے ہیں کہ بغیر کسی ایمرجنسی کے ملک میں جمہوریت ختم کی گئی ہے، وہ (مؤرخین) سپریم کورٹ خاص کر چار سابق چیف جسٹس کے رول پر سوال اٹھائیں گے، اپنے دوسرے ٹویٹ میں انہوں نے چیف جسٹس ایس ایس بوبڈے کی تصویر جس میں وہ موٹر سائکل پر بغیر ہیلمیٹ اور ماسک کے بیٹھے ہوئے ہیں، وائرل کر دیا تھا، اور لکھا تھا کہ چیف جسٹس نے لاک ڈاؤن میں عدالتوں کو بند کر کے لوگوں کو انصاف دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ۲۰۰۹ء میں انہوں نے تہلکہ میگزین کو دیے گیے انٹرویو میں کہا تھا کہ انڈیا میں چیف جسٹس کے عہدے پر فائز رہنے والے آخری سولہ ججز میں سے نصف کرپٹ ہیں، اس آخری تبصرہ پر ۱۰/نومبر ۲۰۱۰ء کو پہلی سماعت ہوئی تھی، گذشتہ دس سالوں میں صرف دس بار اس مقدمہ کی سماعت ہوئی اور سارے بیانات کو جوڑ کر فیصلہ آگیا، سپریم کورٹ کا خیال ہے کہ آزادیٔ اظہار رائے اور توہین عدالت میں بہت باریک حد فاصل ہے، بقول جسٹس ارون مشرا ''یقیناً اظہار رائے کو دبایا نہیں جا سکتا لیکن دوسروں کے حقوق کا احترام بھی ضروری ہے'' واضح رہے کہ سپریم کورٹ کو ۱۲۹/اور ۲۱۵/آرٹیکل کے تحت توہین عدالت پر سزا کا اختیار ہے، یہ قانون ۱۹۷۱ء میں بنا تھا اور ۲۰۰۶ء میں پہلی بار اس میں ترمیم کی گئی تھی، اس قانون کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ ججوں کے طریقہ کار پر تنقید اور عدالت کی توہین دونوں ایک ہی چیز ہے یا دونوں الگ الگ ہیں، پرشانت بھوشن کو مجرم گردانے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہیں، حالاں کہ اس سے قبل جسٹس رنجن گگوئی (جب وہ چیف جسٹس نہیں بنے تھے) اپنے تین رفقاء کے ساتھ پریس کانفرنس کر کے عدلیہ کی تاریخ میں پہلی بار کھلے عام عدالت کے طریقۂ کار پر تنقید کر چکے ہیں، لیکن ان پر نہ تو کوئی ایسا مقدمہ چلا اور نہ ہی انہیں مجرم گردانا گیا، بلکہ حکومت کی جانب سے ان پر انعامات کی بارش بھی ہوتی رہی، پہلے انہیں چیف جسٹس بنایا گیا، ایک خاتون کی بے حرمتی کا معاملہ بھی دبا دیا گیا اور ریٹائر ہونے کے بعد اب راجیہ سبھا کے ممبر بھی ہیں، خبر یہ بھی گشت کر رہی ہے کہ اگر آسام میں بی جے پی اقتدار میں آئی تو وہ وزیر اعلیٰ کی کرسی کے مضبوط دعویدار ہوسکتے ہیں، ظاہر ہے عوام یہ جاننا چاہتی ہے کہ ایک طرح کے ان دو واقعات میں وہ کیا حد فاصل ہے جس کی وجہ سے ایک کو انعام دیا جاتا ہے اور دوسرے کو سزا۔

بدحال معیشت

ہمارا ملک ہندوستان معاشی اعتبار سے کوما میں چلا گیا ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ وینٹی لیٹر پر ہے، وینٹی لیٹر پر جانے والے مریضوں کی واپسی کم ہی ہوتی ہے، یہی حال ہمارے ملک کی معیشت کا ہے، ۴۰/سال میں پہلی بار ڈی جی پی منفی ۹ء۲۳/ پر چلا گیا ہے، جس کی وجہ سے مارکیٹ میں کہرام برپا ہے، اعداد وشمار فراہم کرنے والے ہندوستان کے دفتر (این اس او) نے ۲۱-۲۰۲۰ کی پہلی سہ ماہی کے جو اعداد وشمار جاری کیے ہیں اس کے مطابق جی وی اے میں ۸ء۲۲/فی صد کی منفی کمی واقع ہوئی ہے، یہ اعداد وشمار ۳۱/اگست کو جاری کیے گیے ہیں، رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ اپریل تا جولائی مالی خسارہ ۲۱ء۸/لاکھ کروڑ روپے رہا، اس بحران سے سب سے زیادہ نقصان ہوٹل کمپنیوں کو ہوا ہے، مصنوعات سے متعلق کمپنیوں میں جی ڈی پی کی شرح نمو منفی ۳ء۳۹/ہوگئی ہے، جب کہ یہ شرح کان کنی میں منفی ۳ء۲۳/، بجلی اور گیس میں منفی ۷/فی صد، پبلک ایڈمنسٹریشن میں منفی ۳ء۱۰/اور تعمیراتی شعبے میں سب سے زیادہ منفی ۳ء۵۰/تک پہونچ گئی ہے، روپے کی قیمت میں بھاری گراوٹ آئی ہے، گذشتہ دو ایک روز سے شیر بازار میں سینکس اور نیفٹی دونوں میں اچھال دکھایا جا رہا ہے، لیکن شیر بازار میں حصص کی قیمتیں کب لڑھک جائیں کہنا مشکل ہوتا ہے، اور حصص بازار جن لوگوں کے قبضے میں ہے، اس میں مصنوعی اتار چڑھاؤ دکھا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ملک کی وزیر خزانہ نرملا سیتا رمن کو اس کی بہت فکر نہیں ہے، بلکہ کہنے دیجئے کہ وہ صلاحیت نہیں ہے، جس کے ذریعہ وہ ملکی معیشت کو اس خطرناک صورت حال سے نکال سکیں، حکومت کی ترجیحات دوسری ہیں، اس لیے ملک معاشی اعتبار سے پستی کی ایسی دلدل کی طرف بڑھ گیا ہے جس سے ابھرنے کی موجودہ حکومت میں تو کوئی شکل نظر نہیں آتی۔

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ: جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

دار القضاء امارت شرعیہ کے قاضی شریعت، وفاق المدارس الاسلامیہ کے صدر، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ کے سابق صدر مدرس، مدرسۃ البنات مادھوپور مظفر پور کے بانی و ناظم درجنوں مدارس اسلامیہ بشمول ادارہ سبیل الشریعہ آواپور، شاہ پور سیتامڑھی کے سرپرست، اسلامک فقہ اکیڈمی کے رکن اساسی، مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ دربھنگہ کے صدر، نامور عالم دین، مشہور فقیہ، بڑے محدث، الادلۃ الحنفیہ کے مصنف، اچھے خطیب، اسلاف کی نشانی، تواضع، انکساری کے پیکر، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ کا یکم ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق ۱۲ر محرم ۱۴۴۲ھ بروز سوموار صبح کے تین بجے وصال ہوگیا، ان کی عمر تراسی (۸۳) سال تھی، گذشتہ کئی ماہ سے وہ صاحب فراش تھے، پہلے فالج کا حملہ ہوا، قبل ہی سے دوران سر اور کان میں تکلیف رہا کرتی تھی، پھر سانس کی تکلیف بڑھی، پھیپھڑے میں بلغم جم گیا، پہلے مظفر پور اوشا نرسنگ ہوم جورن چھپرہ، مظفر پور میں علاج چلتا رہا، پھر مظفر پور ہی کے ایک نامور اسپتال گلیکسی میں بھرتی کرایا گیا، دوا علاج کے ساتھ دعا بھی مسلسل جاری رہی، تندرست ہوکر گھر لوٹ آئے، کھانا پینا بھی جاری ہوگیا، تنفس کی کیفیت بھی جاتی رہی، لیکن وقت موعود آ گیا تھا، اس لیے جب لوگ ان کی صحت کے بارے میں پر امید ہوگیے تھے تو اچانک چل بسے، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز ظہر کوئی سوا دو بجے ان کی رہائش گاہ زکریا کالونی نزد مسجد ادا کی گئی، حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دامت برکاتہم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور زکریا کالونی کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ ایک صاحب زادہ اور دو صاحب زادیوں کو چھوڑا، صاحب زادہ مولانا عبداللہ مبارک ندوی قطر کی ایک مسجد میں امام ہیں، لاک ڈاؤن اور پروازوں کے موقوف ہونے کی وجہ سے ان کی شرکت تجہیز و تکفین میں نہیں ہوسکی، امارت شرعیہ، المعہد العالی اور دار العلوم الاسلامیہ کے ذمہ داروں اور اساتذہ پر مشتمل ایک مؤقر وفد حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کے حکم سے تجہیز و تکفین میں شریک ہوا، جس میں راقم الحروف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) بھی تھا۔ انتقال سے ایک ہفتہ قبل امارت شرعیہ کا ایک مؤقر وفد مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں عیادت کے لیے بھی حاضر ہوا تھا۔

حضرت کے وصال سے پوری علمی و روحانی دنیا سوگوار ہوئی اور کہنا چاہیے کہ ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، رسماً نہیں حقیقتاً۔ ان کے انتقال سے علماء، صلحاء، شاگرد، اور خدمت گذاروں کا مغموم و ملول ہونا فطری تھا، لیکن سب سے زیادہ اس جدائی کا اثر حضرت کے بھائی حافظ محمد ناظم اور حضرت کے ناتی مولانا تقی احمد القاسمی پر دیکھنے کو ملا، دونوں بھائی کی محبت مثالی اور نواسہ سے حضرت کی محبت فطری تھی، اب حضرت کی ترقی درجات، مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کے علاوہ کیا بچ گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری بن محمد معین الحق بن محمد ابراہیم بن فخر الدین بن لال محمد کی پیدائش ۱۹۳۷ء اور (اسناد کے مطابق ۲۲ر شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر اکتوبر ۱۹۴۳ء) میں مادھوپور، ڈاک خانہ انگواں وایا ججوارہ ضلع مظفر پور میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مادھوپور سے متصل موضع انگواں میں پائی، پھر قریب کے گاؤں ملک پور میں تعلیم حاصل کرنے لگے، یہ گاؤں دربھنگہ ضلع میں ہے، لیکن مادھوپور سے قریب ہی ہے، ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں داخل ہوئے یہاں عربی اول کا سال مکمل کیا، مولانا عبد الجبار مونگیریؒ اور مولانا مقبول احمد خان صاحب سے عربی کی ابتدائی کتابیں نحو میر وغیرہ کا درس لیا، ۱۹۵۱ء میں مدرسہ امدادیہ چلے آئے اور یہاں متوسطات تک تعلیم حاصل کی، یہاں انہوں نے حضرت مولانا ریاض احمد چمپارنی، مولانا محی الدین صاحب سمستی پوری، مولانا عبد الرحیم صاحب دربھنگوی، مولانا عبد الحفیظ صاحب سدھولوی کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا، ۱۹۵۴ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند کا قصد کیا اور کوئی پانچ سال دار العلوم دیوبند میں گذارے، حضرت مولانا فخر الدین صاحب سے بخاری شریف پڑھی، بخاری شریف کے چونسٹھ اسباق شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ صاحب سے پڑھنے کی سعادت پائی، علامہ ابراہیم بلیاویؒ کی توجہ خاص سے منطق و فلسفہ اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے زیر سایہ عربی زبان و ادب سے رشتہ قائم ہوا، ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء (۱۹۵۷ نہیں) میں سند فراغ حاصل کیا، اور اس شان سے حاصل کیا کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے خصوصی سند سے نوازا، مسلسلات، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے پڑھ کر حضرت سے سند مسلسلات الحدیث پائی، اس طرح حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ کا علمی رشتہ مظاہر علوم سہارن پور سے بھی قائم ہوگیا، دورۂ حدیث کے سال جو حاضری کی رپورٹ دفتر تعلیمات نے حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی (اس وقت کے ناظم تعلیمات) کے دستخط سے ان کے والد کو روانہ کیا تھا اس کے مطابق ان کا فارم نمبر ۷۴۴ تھا، پورے سال مولانا مسلم، ترمذی، ابوداؤد میں ایک دن بھی غیر حاضر نہیں رہے، بخاری شریف میں ایک دن، نسائی شریف میں تین دن اور قراءت کی گھنٹی میں دو دن کسی عذر کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے، کامیابی دورہ میں اول پوزیشن سے حاصل کی، بخاری شریف میں ۵۳، نسائی شریف میں ۵۳، ابن ماجہ میں ۵۳، مسلم شریف میں ۴۰، ابوداؤد میں ۵۲، ترمذی شریف میں ۵۲، طحاوی شریف، شمائل ترمذی، مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد سے ہر کتاب میں ۵۲، ۵۲، قراءت میں ۴۸، اور فوائد مکیہ میں ۴۹ نمبرات حاصل کئے، اس زمانہ میں مجموعی نمبرات صرف پچاس ہوا کرتے تھے، ۷۷۔۶ھ کے دار العلوم دیوبند کی تعلیمی رپورٹ میں درج ہے کہ ''دورۂ حدیث کے امتحان میں مولوی محمد قاسم مظفر پوری (فارم نمبر) ۷۴۴ اول نمبر سے کامیاب ہوئے، دوسرے نمبر پر مولوی سید اسماعیل شہاب الدین مدراسی (فارم نمبر) ۴۰۵ کامیاب ہوئے اور تیسرے نمبر پر مولوی قمر الدین گورکھپوری (فارم نمبر) ۴۳۰، محمد اکیابی (فارم نمبر) ۱۶۵ ارہے، اس سال دورۂ حدیث میں ایک سو تراسی طلبہ شریک امتحان ہوئے تھے۔

اس رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ دار العلوم دیوبند کے موجودہ شیخ ثانی حضرت مولانا قمر الدین صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری کے رفیق درس تھے اور وہ تیسری پوزیشن لائے تھے، حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری کو دورہ میں اس نمایاں کامیابی پر تقسیم انعامات کے موقع سے حسامی مع شرح نامی، ایضاح الادلۃ، الابواب التراجم، مسلم الثبوت، خلاصۃ البیان دیا گیا تھا، ان دنوں دو انعامات دیے جاتے تھے ایک خصوصی، دوسرے عمومی، یہ عمومی انعام کی تفصیل ہے، خصوصی انعام میں ترمذی شریف، نور الانوار، شرح وقایہ اور ایک کتاب دی گئی تھی جس کا نام سند انعام امتحان سالانہ دار العلوم دیوبند بابت ۱۳۷۷ھ میں پڑھا نہیں جاسکا، تدریسی زندگی کا آغاز مادر علمی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ سے کیا، صرف ایک سال کے بعد ۱۹۵۹ء میں مدرسہ رحمانیہ افضلہ سوپول دربھنگہ آئے اور کم و بیش ۴۶ر سال تک یہاں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، ان کا درس انتہائی مقبول تھا، انہوں نے جو علماء کی فوج در فوج تیار کی وہ ملک و بیرون ملک میں اپنی ملی، علمی اور تعلیمی خدمات کی وجہ سے معروف و مشہور ہے۔

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب قاضی شریعت دربھنگہ کی زندگی میں وہ بطور معاون قاضی دربھنگہ کے کار قضا کو دیکھتے رہے، ان کے وصال کے بعد ۱۹۷۷ء میں وہ امارت شرعیہ کے مستقل قاضی بنائے گئے، مدرسہ رحمانیہ سوپول سے سبکدوشی کے بعد بھی وہ برسوں تک سوپول اور شہر دربھنگہ میں کار قضا کو انجام دیتے رہے، پورے ہندوستان میں کار قضا کی تربیت کے کیمپوں میں اصل مربی وہی ہوا کرتے تھے، ان کی معاونت کے لیے رفیق سفر کے طور پر مولانا انظار عالم قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ ان کے ساتھ ہوتے تھے، امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدینؒ اور موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کے دور میں امیر شریعت کے نام استغاثہ کی درخواستوں کی سماعت کی ذمہ داری بھی انہیں کی تھی، انہیں ان حضرات سے قلبی محبت تھی، وہ امارت شرعیہ کو اپنے ایمان و یقین کا جز سمجھتے تھے، اس کے استحکام، وفود کے دورے اور دیگر معاملات میں ان کی فکرمندی قابل رشک اور لائق ستائش تھی، انہوں نے دوران علالت اپنے قریبی لوگوں سے بار بار اس بات کو دہرایا کہ امارت شرعیہ سے میرے بعد تم لوگوں کا رشتہ کسی طرح کمزور نہ ہو۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے مشکل جھگڑوں کے تصفیہ کی غیر معمولی صلاحیت دی تھی، وفود کے دورے میں ہم لوگ تقریر وغیرہ میں مشغول ہوتے اور مولانا یا تو جھگڑوں کے تصفیے میں مشغول رہتے یا بیت المال کے استحکام کے لیے خصوصی ملاقاتیں کرتے ہوتے۔ ۲۰۰۲ء میں حضرت قاضی صاحب نے اپنے انتقال سے ایک ماہ قبل انہیں مدرسہ اسلامیہ شکرپور کا صدر نامزد کیا تھا، اس کے علاوہ قاضی صاحب کے بعد وہ وفاق المدارس کے صدر منتخب ہوئے اور تا حیات ان دونوں عہدوں کو عزت بخشی، آپ نے تین حج اور کئی عمرے کیے، ۲۰۱۵ء میں جب میں شاہ سلمان کی دعوت پر غسل کعبہ کی تقریب کے موقع سے عمرہ کو جارہا تھا تو سفارت خانہ کے ایک ذمہ دار نے مجھے ایک اور عالم کا نام عمرہ کے لیے پیش کرنے کو کہا، میں نے حضرت کا نام پیش کردیا، چنانچہ عمرہ کے اس سفر میں مجھے ان کے ساتھ رہنے کا طویل موقع ملا، وہ بار بار کہتے تھے کہ آپ کی وجہ سے میرا یہ عمرہ آخری ہوگیا، میں عمر کی جس منزل میں ہوں اس اعتبار سے یہ آخری ہی معلوم ہوتا ہے، اور واقعی وہ ان کا آخری عمرہ ثابت ہوا۔

حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے خطابت کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا، سادی اور صاف ستھری زبان میں اپنی بات لوگوں تک پہونچادیتے، خطیبانہ گھن گرج اور لفاظی انہیں نہیں آتی تھی، ان کی تقریر از دل خیزد بر دل ریزد کی صحیح مصداق تھی، ان کی تقریروں سے بہار ہی نہیں ہندوستان کے بہت سارے علاقوں میں بڑا فائدہ پہونچا اور بہت سارے لوگ گناہوں سے تائب ہوئے۔ چشمۂ فیض ململ مدھوبنی کے ایک جلسہ میں میری بھی تقریر ہونی تھی، میں نے دریافت کیا اتنے بڑے بڑے لوگوں کی موجوگی میں میں کیا بولوں، فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کرسی پر بیٹھ جاؤ، جو آیت اللہ ذہن میں ڈالیں، تلاوت کرو اور شروع ہوجاؤ، اللہ کی مدد آئے گی، تب سے تقریر میں میرا یہی معمول ہے۔

مولانا درس و تدریس اور وعظ و خطابت کے ساتھ تصنیف و تالیف اور تحقیق کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے، تعلیمی دور سے آخر عمر تک بہت سارے علمی تحقیقی کام کیے، حدیث شریف پر ان کی تحقیق اور تخریج کا بڑا ذخیرہ ان کے محفوظے میں ہے، نافعہ فی علم اصول الحدیث، اسلام اور دولت کی تقسیم، مکاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت و ضرورت، رہنمائے مفتی، قرآنی سورتوں کا تعارف غیر مطبوعہ شکل میں ہے، جب کہ رشتہ داروں کا احترام کیجئے اور یتیموں کا اکرام کیجئے، بینک سے متعلق چند مسائل، مسجد کے آداب اور اس کے احکام، مکاتیب رحمانی اور رہنمائے قاضی، معلم و مربی کی بنیادی صفات، مطبوعہ شکل میں موجود ہے، ان کا سب سے بڑا مضبوط علمی کام الادلۃ الحنفیہ ہے، جس کی دوسری جلد ان کے برادر زادہ مولانا رحمت اللہ ندوی کے تحشیہ کے ساتھ دار القلم دمشق سے چھپ چکی ہے، تیسری جلد ابھی آ نہیں پائی تھی کہ حضرت نے اس دنیا سے ہی منہہ موڑ لیا، الادلۃ الحنفیہ کی پہلی جلد علامہ محمد بن عبد اللہ مسلم البھلوی نے تصنیف کی ہے؛ لیکن وہ اس کتاب کی پہلی جلد جو مسائل عبادت پر مشتمل ہے، مکمل کر سکے تھے، اس کا تکملہ دو جلدوں میں حضرت نے کیا تھا، اس کتاب کو دیکھ کر ان کی علمی عبقریت، نصوص کے استحضار، علت و حکم کی تخریج اور فقہی جزئیات پر کامل نظر کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مولانا سے میری ملاقات کوئی تیس سال پرانی تھی، پہلی ملاقات میں ہی ان کی تواضع اور انکساری کا سکہ قلب پر جم گیا، ہوا یہ کہ میں جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالا ساتھ سیتامڑھی کے جلسے میں گیا تھا، حضرت کی عادت تھی کہ وہ علماء کو اپنے گاؤں اور ۱۴۱۴ھ میں جب انہوں نے مدرسۃ طیبہ مادھوپور میں قائم کیا تو مدرسہ کے جائزہ کے لیے لے جانے پر مخلصانہ زور دیتے تھے، اس سفر میں مجھے بھی پکڑ لیا کہ تمہیں جانا ہے، سفر کے لیے اس وقت جیپ دستیاب تھی، بیچ والی سیٹ پر دوسرے لوگ تھے، میں آگے کی سیٹ پر اندر بیٹھ گیا اور میرے بازو میں حضرت مولانا تشریف فرما ہوئے، کچھ دور جا کر گاڑی رکوائی اور مجھے اترنے کو کہا، میں کچھ سمجھ پاتا اس کے قبل ہی وہ اندر گیر کے پاس بیٹھ گیے اور مجھے اپنی والی جگہ پر بٹھایا، میرے اصرار کرنے پر کہنے لگے میں کمزور آدمی ہوں کسی جھولے میں پھینکا گیا تو ہاتھ پیر سب ٹوٹیں گے، آپ مضبوط آدمی ہیں رکاوٹ بن کر بیٹھیں گے تو میں بھی محفوظ رہوں گا، حضرت نے ایسا صرف اس لیے کیا تا کہ مجھے گیر کے پاس بیٹھنے سے جو کلفت ہورہی تھی اس سے محفوظ رہوں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

آیئے اپنے نفس کا محاسبہ کریں

مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ

ہمارا یہ دور، جس کے لیل ونہار کی گردش میں انسانی زندگی الٹ پلٹ رہی ہے، کہا جاتا ہے کہ مادی ترقیات کا دور ہے۔انسان نے اپنی عقل وفکر کو، محنت وکاوش کو اور طلب وجستجو کو جب مادہ میں کھپایا، تو حیرت ناک چیزیں وجود میں آئیں۔زندگی کے ہر شعبے میں یہ ترقیات آسمان تک پہونچی چلی جارہی ہیں۔ ہر روز صبح جب آنکھ کھلتی ہے تو کوئی نئ چیز دنیا کے بازار میں دکھائی دیتی ہے۔ان سارے اسباب ووسائل کو دنیا اس لیے ایجاد کرتی جارہی ہے کہ انسانی زندگی آسان ہوجائے۔گھوڑے اور بیل گاڑی پر جب سفر ہوتا تھا تو منزل تک پہونچنے میں مدت لگ جاتی تھی۔ اب موٹریں، ریل گاڑیاں، ہوائی جہاز ہیں، سارا عالم گھر آنگن بن گیا ہے، پہلے تھوڑے فاصلے پر خبر پہونچانی ہوتی تو بڑا وقت لگتا تھا۔اب دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک ایک منٹ میں کوئی بھی خبر پہونچا دیجئے۔علاج معالجہ کی وہ سہولتیں ہیں کہ پچھلے زمانہ والوں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انسان کی زندگی آسان سے آسان تر ہوتی، راحتیں اس کے قدموں پر لوٹتیں، سکون کی چادر انسانیت کے سر پر تنی رہتی، جب سہولت وراحت کے یہ اسباب فراواں ہیں، تو اسی حساب سے آرام وآسائش کا پھیلاؤ بھی ہوتا۔ ہر شخص خوش ہوتا، رات کو میٹھی نیند سوتا، دن میں بے محنت ومشقت کے روزی حاصل کرتا، کسی کو کوئی دکھ نہ ہوتا۔لیکن کیا ایسا ہوا؟ کوئی اللہ کا بندہ جواب دے کہ ہاں ایسا ہوا۔آپ یہ سوال لکھ کر لاکھوں انسانوں کے پاس بھیجئے، سب جگہ سے ایک ہی جواب آئے گا کہ نہیں ان اسباب نے تو زندگی اور مشکل کردی ہے۔تیز رفتار سواریاں بہت دوڑ رہی ہیں، مگر ہر روز نہ جانے کتنی انسانی جانیں اس تیز رفتاری کی زد میں آکر دم توڑ دیتی ہیں، سڑک پر ہمہ دم خطرہ ہے۔ پھر کثیف اور امراض کو پیدا کرنے والے دھوئیں اور گیس نے وہ قیامت ڈھا رکھی ہے کہ آدمی اپنا گھر بند کر لے تب بھی چھٹی نہیں ہے، ہر نئی ایجاد نیا خطرہ لاتی ہے، ہر علاج نئ بیماری کو جنم دیتا ہے، اور موت کا ہنگامہ ہمہ وقت گرم ہی رہتا ہے، سڑکوں پر سے لاشیں اٹھائی جارہی ہیں، ریل کی پٹریوں پر سے کٹے پھٹے مردہ جسم اٹھائے جارہے ہیں، شفاخانوں سے ماتم کرتے ہوئے لوگ نکلتے ہیں، اور جنگوں میں، خانہ جنگیوں میں اور فسادات میں تو موت کا وہ رقص ہے کہ ہر تماشائی بسمل بنا ہوا ہے، گھر سے باہر نکلئے تو اطمئنان نہیں، گھر کے اندر رہئے تو راحت نہیں، اضطراب صد اضطراب ہے، بے چینی ہی بے چینی۔آخر اسباب کے یہ الٹے نتائج کیوں نکل رہے ہیں۔ ہر انسان دوسرے انسان سے پوچھتا ہے، میں آسائش کا یہ سامان لایا تو میرا بچہ اندھا کیوں ہوگیا؟ میرا بیٹا دولت کما کر لایا تو اس کے دوست نے اس کو گولی کیوں ماردی؟ میں نے اپنی بیوی کے علاج میں پیسہ پانی کی طرح بہایا تو اسے کینسر کیوں ہوگیا؟ میں نے اپنا مکان بنایا تو میرے پڑوسی نے مجھ پر مقدمہ کیوں قائم کردیا؟ ہر طرف سوالات ہیں، لوگ جواب بھی دے رہے ہیں، مگر کوئی جواب تسلی نہیں بخشتا، کسی سے گتھی نہیں سلجھتی، ایک سوال کے بعد دوسرا سوال سر ابھارتا ہے، آخر کیوں؟ آخر کیوں؟ انسان جواب دیتا ہے، اپنی اسی عقل سے جواب دیتا ہے، جو مادیت کی سنگین خول میں پھنسی ہوئی ہے۔اس سوال کا جواب انسان نہیں دے سکتا ہے، وہ دے سکتا ہے جو انسان کا بھی خالق ہے، اور ساری کائنات کا بھی خالق ہے۔اس سے پوچھئے، وہ بیماری بھی بتائے گا، دوا بھی بتائے گا، اور دوا میں اثر بھی پیدا کرے گا۔

قرآن کریم کا تیرہواں پارہ کھولئے، اس میں ایک سورہ ہے سورۂ رعد، اس کے چوتھے رکوع کی تلاوت کیجئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَ یَقُولُ الَّذِینَ کَفَروا لَوْ لاَ اُنْزِلَ عَلَیهِ آیَةٌ مِنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشاءُ وَیَهْدِیْ اِلَیهِ مَنْ اَنَابَ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُم بِذِکْرِ اللهِ اَلاَ بِذِکْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّالِحَاتِ طُوْبیٰ لَهُمْ وَ حُسْنُ مَآب“ یہ انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی، تم کہہ دو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے راہ سے ہٹاتا ہے اور جو اس کی طرف دل سے متوجہ ہوتا ہے اسے اپنی راہ دکھاتا ہے۔وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے قلوب اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں، خوب سن لو کہ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیا ان کے لیے بشارت ہے اور بہترین ٹھکانا ہے۔

ان آیات میں اس سوال کا جواب موجود ہے۔مادہ نے دنیا والوں کو باور کرایا ہے کہ انسان کی زندگی لے دے کر بس اتنی ہی ہے، جتنے دن اس دنیا میں وہ جی لیتا ہے، ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد سے اس کی زندگی کے دن شروع ہوتے ہیں، اور آخری سانس پر اس کی زندگی کا اختتام ہوجاتا ہے۔لیکن یہ بات بالکل غلط ہے، انسان کا قلب اس کا انکار کرتا ہے۔انسان اسی غلط نظریہ کی بنیاد پر اس زندگی کو بنانے اور سنوارنے کی کوشش کرتا ہے، مگر ناکام رہتا ہے۔پیغمبروں نے اس غلط نظریہ کی تردید کی۔انسانیت کو انھوں نے خاک کی پستی سے اٹھا کر رب کائنات کے حضور میں پہونچانا چاہا، اور بتایا کہ اس زندگی کے کاموں کی مکافات اور اس کی جزا کے لیے ایک دوسری دنیا ہے، وہ آخرت ہے۔لیکن چونکہ وہ آنکھوں کے سامنے نہیں ہے، اس لیے انسان تردد میں مبتلا رہتا ہے، وہ پیغمبروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اگر واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں اور آخرت برحق ہے اور آپ کی بتائی ہوئی راہ حق ہے تو کوئی نشانی ایسی دکھایئے کہ ہم یقین کرنے پر مجبور ہوجائیں، ارشاد ہوا کہ نشانیاں تو بہت ہیں، مگر اللہ کی توفیق اسی کو ملتی ہے جو دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔اور جو کوئی انحراف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں گمراہی میں چھوڑ دیتے ہیں یعنی ہدایت وضلالت کا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔البتہ اگر کوئی اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ محروم نہیں کرتے، پھر ارشاد فرمایا کہ یہ متوجہ ہونے والے وہ ہیں جو ایمان لائے اور ان کے قلوب کو اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد ایک اصولی بات جو کہ لازوال ہے بتائی کہ دلوں کا اطمینان تو اللہ کی یاد ہی میں ہے۔یہی وہ بنیادی نکتہ ہے، جسے مادیت نے کھو دیا ہے۔پس اسے راستہ نہیں مل رہا ہے، آدمی اسباب پر اسباب ایجاد کیے چلا جارہا ہے، مگر اپنے پیدا کرنے والے کو بھول کر اس کی نافرمانی کرکے اس کے احکام سے روگردانی کرکے، نتیجہ یہ ہے کہ اسباب راحت سب موجود ہیں مگر راحت نام کی، اطمینان نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔یاد وہ ہے جو انسان کے پورے وجود پر چھا جائے۔زمان ومکان کے کسی مرحلے میں اس پر فراموشی نہ طاری ہو، زندگی کا ہر عمل اسی یاد کے زیر اثر ہو زبان اس کے ذکر سے تر وتازہ ہو، قلب اس کے دھیان سے معمور ہو، ہر کام جذبہ اطاعت کے نور سے منور ہو۔غرض یہ کہ آدمی کا مرنا جینا سب اسی سے وابستہ ہو۔تب وہ حال ہوتا ہے کہ اسباب موجود ہوں یا معدوم، ذرائع ووسائل پاس ہوں یا دور، جب وہ خالق اسباب کے قریب اپنے کو دیکھتا ہے تو اطمینان وسکون کی پھوار اس پر مسلسل پڑتی رہتی ہے، پھر تو وہ کیفیت ہوتی ہے، جس کو جگر مرادآبادی نے اپنے شاعرانہ انداز میں کہا ہے مگر وہ ایک حقیقت ہے محض شاعری نہیں ہے، کہتے ہیں

میرا کمال عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

آج انسانیت دکھی ہے کیونکہ اس کا دل اپنے مرکز سے منحرف ہے جہاں اطمینان ہے وہاں وہ جانے سے گھبراتی ہے، اور جہاں اضطراب ہے، دکھ ہے پریشانی ہے، وہاں کے لیے وہ بھاگتی پھرتی ہے۔اسباب کی دنیا ایک اندھیری دنیا ہے، اس کا ماضی بھی اندھیرا ہے، اور مستقبل تو بالکل ہی معدوم ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے اور ہر شخص کو اس کا تجربہ ہے کہ آدمی ایک مقصد کے لیے اسباب فراہم کرتا ہے، اسباب مہیا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ان کو دیکھ کر آدمی یقین کرلیتا ہے، کہ اب مقصد ہاتھ میں آیا ہی ہے کہ اچانک نتیجہ اس کے برخلاف نکلتا ہے اور انسان مایوس ہوکر رہ جاتا ہے۔اسی لیے آج کا انسان ہر دم ایک اضطراب میں رہتا ہے، ذہنی ٹینشن اتنا بڑھا ہوا ہے کہ کسی آن اطمینان نہیں۔اس ٹینشن کا حملہ دل پر ہوتا ہے، دماغ پر ہوتا ہے۔اور اس زمانے میں یہ دونوں کمزوری کا شکار ہیں، کب ہارٹ فیل ہوجائے، کب دماغ پر فالج گر جائے، کچھ ٹھکانا نہیں۔ جو کچھ نہیں حاصل ہوا یا جو کچھ کھو دیا، اس پر صدمہ ورنج اور آئندہ کیا ہوگا اس کی تشویش اور اندیشہ، بس انھیں دونوں تکلیفوں میں انسان الٹتا پلٹتا رہتا ہے، یہی ”ٹینشن“ ہے، جو انسان کو اور اس کی زندگی کو کھائے جارہا ہے۔اور جو آدمی اللہ سے، اللہ کے ذکر سے، اللہ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔اسے کوئی ”ٹینشن“ نہیں ہے، نہ اسے ماضی پر حسرت ہے، نہ مستقبل کا اندیشہ ہے، نہ اسے حال کی پریشانی ہے۔اس کی نگاہ ماضی وحال ومستقبل سے بلند ہوتی ہے۔اسے اللہ سے وابستگی ہوتی ہے۔جو زمان ومکان پر حکمراں ہے، اس کی قدرت لامحدود ہے، پس جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حوالے کردیتا ہے۔اس کی شہادت قرآن کریم میں خود اللہ ہی نے دی ہے۔فرماتے ہیں ”اَلاَ اِنَّ اَولِیاءَ اللهِ لاَ خَوفٌ عَلَیهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُونَ، اَلَّذِینَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ. لَهُمُ الْبُشْریٰ فِی الْحَیاةِ الدُّنْیا وَفِی الآخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللهِ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم“ (سورہ یونس ۲۶ تا ۴۶) سنو! بلاشبہ جو اللہ کے ولی ہیں ان پر نہ کوئی اندیشہ ہے، اور نہ انھیں رنج ہوتا ہے، جو ایمان لائے اور جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے دنیا وآخرت دونوں زندگیوں میں بشارت ہی بشارت ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

بیشک خدا کی بات بدل نہیں سکتی ہے۔اس نے جہاں سکون واطمینان رکھا ہے، وہیں ملے گا، دوسری جگہ اس کی تلاش فضول ہے۔انسان مادی اسباب ووسائل میں مرنا کھپنا چھوڑ دے، وسائل کو بس انھیں کے درجے میں حاصل کرے اور برتے، اور زندگی کا محور ومرکز اور نصب العین رب اسباب کو بنائے، تو انسانی زندگی کی تمام چولیں ٹھیک ٹھیک اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں گی۔ ورنہ انسان ایک پہلو کو ابھارے گا تو دوسرا دبے گا۔لیکن یہ بات جو بڑی کامیابی ہے، بغیر قصد وارادہ کے حاصل ہونے کی نہیں ہے، اور نہ یہ ہوگا کہ آدمی اس کی مخالف سمت دوڑتا رہے، اور یہ کامیابی اسے لپٹ جائے۔اسکے لئے تو دل سے متوجہ ہونا پڑے گا۔اس کے تقاضوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔ ہر چیز کو اس کے خزانے سے حاصل کیا جاتا ہے۔اللہ کا ذکر بھی وہیں سے حاصل ہوگا، جہاں یہ خزانہ موجود ہوگا۔ذکر کا خزانہ ذاکرین کے قلوب ہیں جو اللہ کے ذکر سے لبریز ہیں۔جن میں ہر خیال اور ہر ارادہ اللہ کی یاد کے تابع ہوکر آتا ہے، ان کی صحبت میں غفلت کے بیماروں کا علاج ہوتا ہے۔ مادیت کے اس انہاک کے دور میں ایسے لوگ کمیاب ہوگئے ہیں، تاہم نایاب نہیں ہیں۔آپ تلاش کرتے رہئے، دل میں سچائی ہوگی تو اللہ تعالیٰ کسی خزانے تک رسائی آسان فرمادیں گے، ملاحظہ ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس میں ایک آگ کے پجاری کے گھر پیدا ہوتے ہیں۔اسی عقیدے اور عبادت پر جوان ہوتے ہیں۔مگر دل میں تڑپ تھی ہدایت کی، خداطلبی کی، کیسے پھرتے پھراتے عین اس وقت مدینہ طیبہ پہونچائے گئے، جب کہ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کا غلغلہ تھا۔اور بالآخر وہ آستانہ نبوت پر حاضر ہوکر شرف صحابیت سے اور بے کراں بشارتوں سے نوازے گئے۔آج بھی اگر کوئی صدق دل کے ساتھ تلاش کرے تو اسے ذکر کا بھی خزانہ ملے گا اور سکون قلب اور اطمینان روح کا بھی مرکز ملے گا، مگر مشکل یہ ہے کہ آدمی کو مادی اسباب سے اتنی محبت ہے اور مستقبل کے اتنے اندیشے ہیں اور انھیں مادی اسباب سے مستقبل کے بننے اور بگڑنے کا ایسا عقیدہ رچا اور بسا ہوا ہے کہ گھبراتا تو ضرور ہے مگر نکلنے کی ہمت نہیں پڑتی، ہمتوں کی پستی کا یہ عالم ہے کہ مال وزر کا نقصان تو درکنار، اس کی کمی کے اندیشے سے انسان کا دل لرزتا رہتا ہے۔ اگر اسے دنیا اور اسباب دنیا کا تحفظ دیدیا جائے تو ذاکرین کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے اور اگر اس کے تحفظ کے سلسلے میں ذرا بھی شک ہوگا تو قدم نہیں اٹھائے گا۔حالانکہ اس دربار کا رنگ یہ ہے کہ:

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

آدھی جان اگر وہ لیتے ہیں تو سیکڑوں جان عطا فرماتے ہیں، جو کچھ تمھارے وہم وخیال میں نہیں ہوتا وہ بھی بخشتے ہیں، یہاں گھاٹے کا سودا نہیں ہے، نفع ہی نفع ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اِنَّ اللهَ اشْتَریٰ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ“ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کی جان کو اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے۔اور اس کا عوض جنت ہے۔ جنت اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے مقابلے میں جان ومال کی کیا حقیقت ہے؟ اتنی قربانی دے کر اگر جنت کی دائمی راحت حاصل ہو جائے تو سودا نہایت سستا ہے۔ اور بہت ہی نفع بخش ہے۔اطمینان وراحت کا خزانہ تو ذکر اللہ ہی میں ہے جس خوش نصیب کی اس تک رسائی ہوجائے۔

علمائے دین کے معاشی ذرائع

قاضی اطہر مبارک پوریؒ

علمائے سلف نے قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق علم دین کو ذریعہ معاش ومعیشت نہیں بنایا اور نہ ہی اس کو حصول دنیا کے لئے استعمال کیا، بلکہ کوئی نہ کوئی ذریعۂ معاش اختیار کرکے ضروریات زندگی فراہم کی ہیں اور نہایت خودداری اور خوداعتمادی سے دین اور علم دین کی خدمت کی ہے، اسی کے ساتھ ان حضرات نے اپنے تلامذہ واصحاب کو اہل دنیا سے بے نیاز رہنے کی تلقین کی ہے، وہ خود کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کی معاشی مصروفیات کا لحاظ کرکے حتی الامکان ان کے لئے آسانی فراہم کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل علم سے کہا کرتے تھے: **یا معشر القراء استبقوا الخیرات وابتغوا من فضل اللہ ولاتکونوا عیالا علی الناس** (اے گروہ علماء! نیک کاموں میں آگے رہو اور اللہ کے رزق وفضل کو حاصل کرو اور لوگوں پر بار نہ بنو۔)

مشہور تابعی عالم ابوظبیان ازدیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ ابوظبیان! تمہاری آمدنی کتنی ہے؟ میں نے کہا کہ میرا وظیفہ ڈھائی ہزار ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم کچھ مویشی پال لو، ہوسکتا ہے کہ قریش کے نوخیز ونوجوان نظام خلافت میں دخل دیں اور تمہارا وظیفہ وعطیہ بند کردیں۔

حضرت ابوقلابہؒ اپنے تلمیذ رشید حضرت ایوب سختیانی سے کہا کرتے تھے: **یاایوب الزم سوقک، فان فیھا غنی عن الناس وصلاحا فی الدین** (جامع بیان العلم ج۲ص۱۴) (ایوب! تم بازار میں اپنا کاروبار کرو اس لئے کہ اس میں لوگوں سے بے نیازی اور دین میں خوبی ہے۔)

ایوب سختیانی نے اپنے استاد کی وصیت ونصیحت پر یوں عمل کیا کہ سختیان (کچے چمڑے) کی تجارت سے ضروریات زندگی پوری کرکے بےفکری وبے نیازی سے تعلیم وتدریس کی خدمت انجام دی، وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے: اگر میں جانتا کہ میرے گھر والے ایک مٹھی سبزی ترکاری کے محتاج ہیں تو تم لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر درس نہ دیتا۔

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ہم طلبہ حدیث بازار میں ایوب سختیانی کے سامنے جاکر بیٹھتے تو وہ کہتے تھے کہ تم لوگ میرے سامنے بیٹھ کر خریداروں کو نہ روکو بلکہ میرے پیچھے بیٹھ کر سوال کرو میں جواب دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اپنے شاگرد حسن بن ربیع بورانی کوفیؒ سے دریافت کیا کہ حسن! تمہارا پیشہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں بورانی ہوں، حضرت ابن مبارک نے پوچھا بورانی کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرے یہاں چندلڑ کے بوریہ یعنی چٹائی بناتے ہیں، یہ سنکر حضرت ابن مبارک نے کہا: **ان لم یکن لک صناعۃ ماصحبتنی** (اگر تمہارا کوئی پیشہ نہ ہوتا تو تم میرے ساتھ رہ کر علم حاصل نہیں کرسکتے تھے۔) حضرت عبداللہ ابن مبارک خود تجارت کرکے اس کی آمدنی سے اہل علم کی خدمت کرتے تھے۔

سہیل بن علی کا بیان ہے کہ بچپن میں قاضی مصر خیر بن نعیم حضرمیؒ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، میں دیکھتا تھا کہ وہ تیل کی تجارت کرتے ہیں، ایک دن میں نے ان سے کہا کہ آپ قاضی ہوکر روغن فروخت کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے میرے مونڈھے پر ہاتھ مار کر کہا: **انتظر حتی تجوع ببطن غیرک** (تم اس وقت کا انتظار کرو جب دوسرے کے شکم کی وجہ سے بھوکے رہوگے۔)

یہ جملہ سن کر میں نے دل میں سوچا کہ کوئی انسان دوسرے کی شکم کی وجہ سے کیسے بھوکا رہ سکتا ہے؟ اس کی حقیقت اس وقت معلوم ہوئی جب میں بال بچوں کے جھمیلے میں پڑا اور ان کی شکم سیری کے خیال سے میں بھوکا رہنے لگا۔

ابوالعباس احمد بن محمد مروزی ادب ولغت کے مشہور عالم تھے، نہایت خوشخط اور زودنویس تھے، ان کا ذریعہ معاش اجرت پر کتابیں لکھنا تھا، ان کا بیان ہے: **کل یوم مالم اعمل بدرھم لااخرج من الدار** روزانہ جب تک میں ایک درہم کا کام نہیں کرلیتا گھر سے نہیں نکلتا ہوں۔

عبیداللہ بن ابراہیم تفتازانی محدث، مفسر، واعظ اور عابد وزاہد بزرگ تھے، ان کے حال میں لکھا ہے: **یتولی الحرث والحصاد بنفسہ ویاکل من کدہ** (وہ خود کھیتی باڑی اور کٹیا کرتے تھے اور اپنی محنت سے روزی کماتے تھے۔

امام ابوبکر محمد بن عبداللہ صبغیؒ رنگ ساز اور رنگ فروش تھے، ان کی دکان پر محدثین کی بھیڑ رہا کرتی تھی اور دوکانداری کے ساتھ درس حدیث کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، ان کی دکان نیساپور کے کرمانی چوک میں پکی سرائے کے دروازے پر تھی، سمعانی کا بیان ہے کہ مختلف پیشوں سے منسوب علمائے سلف کی عادت کے مطابق امام صبغی اپنی دکان میں رنگ فروخت کرتے یا رنگ تیار کرتے تھے۔

حجاج بن منیر مصریؒ حمصی کی نسبت سے مشہور تھے (چنے والے) وہ بھنے ہوئے چنے فروخت کرتے تھے، مصر کے ایک چوک میں ان کا مکان دارالحمص کے نام سے مشہور تھا جس میں چنا بھونتے اور بیچتے تھے، اسی کے ساتھ حدیث کا درس بھی دیا کرتے تھے، ان کے بھائی عبداللہ بن منیر حمصی مصری بھی یہی کام کرتے تھے، اور حدیث کا درس بھی دیا کرتے تھے، حجاج بن منیر حمصی کے صاحبزادہ ابراہیم بن حجاج حمصی کے ساتھ قلاء (بھوننے والے) کے لقب سے مشہور تھے، امیر ابن ماکولا اور سمعانی نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے: **ھذا الرجل کان یقلی الحمص ویبیعہ وکان یعرف بالقلاء** (ہ چنا بھونتے اور بیچتے تھے اور قلاء کے لقب سے مشہور تھے۔)

جو طلبہ اپنی معاشی مصروفیات کی وجہ سے محدثین وفقہاء کے حلقہ درس میں نہیں آسکتے تھے یا دیر سے آتے تھے شیوخ واساتذہ خود ان کے مکان یا دکان پر جاکر پڑھایا کرتے تھے تاکہ ان کا نقصان نہ ہو اور معاش ومعیشت کی بحالی اور سکون کے ساتھ علم حاصل کریں۔

امام ولید بن عتبہؒ دمشق کے باب الجابیہ کی مسجد میں درس حدیث دیتے تھے، ایک شخص بہت دیر سے حلقہ درس میں شریک ہوتا تھا اور ولید بن عتبہ ان کی وجہ سے سبق دہرایا کرتے تھے، ایک دن اس شخص سے پوچھا کہ تم اتنی تاخیر سے کیوں آتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں بال بچوں والا آدمی ہوں، بیت لہیا میں میری ایک دکان ہے، صبح سویرے سامان خرید کر اس میں بند کرتا ہوں، پھر دوڑتا ہوا آپ کے پاس آتا ہوں تاکہ سبق چھوٹ نہ جائے، میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ میرا معاشی معاملہ خراب نہ ہوجائے، اس کی باتوں کو سن کر ولید بن عتبہ نے کہا کہ اچھا اب میں تم کو یہاں دوسری بار نہ دیکھوں، اس کے بعد ولید بن عتبہ کا معمول ہوگیا کہ مسجد کے درس حدیث دے کر ہاتھ میں کتاب لیتے اور سیدھے بیت لہیا جاتے اور اس کی دکان میں بیٹھ کر وہیں درس دیا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام شافعیؒ کے استاذ امام وکیع بن جراحؒ دوپہر میں قیلولہ اور آرام چھوڑ کر سقاؤں کے پاس جاتے اور ان کو حدیث پڑھاتے، ان کا کہنا تھا: **ھٰؤلاء قوم لھم معاش لایقدرون ان یاتونی** (ان لوگوں کا ایسا ذریعہ معاش ہے کہ میرے پاس نہیں آسکتے۔)

امام وکیع ان بہشتیوں اور سقاؤں کو نہایت پیار اور نرمی سے پڑھاتے تھے، اس کے نتیجے میں معمولی معمولی پیشہ والوں میں حدیث وفقہ اور دینی علوم کا ذوق عام تھا حتی کہ حمال اور مزدور راستہ چلتے آپس میں علمی ودینی مسائل پر گفتگو کرتے تھے، امام ابواسحٰق مروزی ایک مرتبہ بغداد میں ایک راستہ سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ دو مزدور اپنے سروں پر سبزی ترکاری کی ٹوکری لئے جارہے ہیں، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بات کیسے کہی، دوسرے نے کہا کیا بات؟ پہلے نے جواب دیا کہ ابن عباس کا قول ہے کہ قسم کھانے والے کے لئے جائز ہے کچھ دیر کے بعد اس میں استثناء کرے اور یہ استثناء صحیح ہوگا، اگر یہ بات ہوتی تو حضرت ایوب نے جو قسم کھائی تھی اللہ تعالیٰ اس میں بعد میں استثناء کا حکم دے دیتا اور وہ قسم پوری کرنے کے لئے اپنی زوجہ کو نہ مارتے (طبقات الشافعیہ ج۵ص۸)

اہل علم کے ذرائع معاش اور ان کے پیشوں کو معلوم کرنا ہو تو تراجم وطبقات کی کوئی کتاب مثلاً تاریخ بغداد اور انساب سمعانی اٹھالو، شاید باید کوئی ایسا صاحب علم ملے جو کسی نہ کسی پیشہ سے مشہور نہ ہو اور اس کی نسبت کسی پیشہ کی طرف نہ ہو، علمائے سلف اپنے معاشی ذرائع کو نمایاں کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، اور ظاہر کرتے کہ وہ کسی جماعت یا فرد پر بار بن کر زندہ نہیں ہیں بلکہ اپنے کاروبار سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں اور عزت نفس، معاشی خوش حالی، استغناء اور خوداعتمادی کے ساتھ علم دین اور مسلمانوں کی خدمت کرتے تھے، یہی حکم ہے اسی میں زہد وتقویٰ ہے، یہ فخر کی بات ہے، اس میں ذلت اور احساس کمتری کے بجائے عزت اور احساس برتری ہے، ایک عالم وعارف نے بالکل صحیح کہا ہے:

الاانما التقوی ھو الشرف والکرام
تقویٰ ہی شرافت ونجابت ہے
وفخرک بالدنیاھو الذل والعدم
اور تمہارا دنیا پر فخر کرنا ذلت اور محرومی ہے
ولیس علی عبد تقی نقیصۃ
متقی بندے کے لئے کوئی عیب نہیں ہے
اذا صحح التقوی وانحاک او حجم
اگر چہ وہ پارچہ بانی کرے یا حجامت کرے

ابتدا میں ارباب علم وفضل اپنی نسبت قبیلہ اور خاندان سے بیان کرتے تھے، پھر اپنے اوطان وبلاد کی طرف نسبت کا رواج ہوا، اس کے بعد صنعت وحرفت اور پیشوں کی نسبت عام ہوئی، بلکہ بہت سے اہل علم نے صرف پیشہ کی نسبت پر اکتفا کیا، علامہ سمعانی نے لکھا ہے بہت سے شہروں کے علماء کی عادت ہے کہ وہ صنعت وحرفت کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں، جیسے خوارزم، جرجان، آئل اور طبرستان وغیرہ کے علماء کی یہی عادت ہے، تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو کہ وہ خود کفیل اور دوسروں سے بے نیاز ہیں۔ صنعت وحرفت پر زور دیتے ہوئے بعض علماء نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے تاکہ اخلاف اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اپنی معاش کا خود انتظام کریں، چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن سعید سعدی ہرویؒ نے اس موضوع پر "**کتاب الصناع من الفقھاء والمحدثین**" تصنیف کی ہے جس میں پیشہ ور فقہاء محدثین کا تذکرہ ہے، اس کے بارے میں علامہ سمعانی لکھتے ہیں کہ میں نے ان کی تصانیف میں ایک بہترین کتاب دیکھی ہے، میرے خیال میں اس موضع پر ان سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اہل علم کی تشویق وتشجیع کے لئے علمی معاشیات کا تذکرہ طبقات ورجال کی عام کتابوں میں بھی کثرت اور خصوصیت سے پایا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق حلال اور جائز کسب کے لئے بزرگوں نے ہر چھوٹا بڑا کام کیا ہے اور کام کی نوعیت وحیثیت سے بالاتر ہوکر جائز طریقہ سے اپنی روزی کا انتظام کیا ہے اور جس طرح دنیا میں ہر طبقہ کے لوگ اپنے اپنے علمی مشاغل اور کاروبار میں رہ کر دوسروں سے بے نیاز رہتے ہیں اسی طرح اہل علم بھی دوسروں سے بے نیاز ہوکر اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ ہم تین چار طالب علم علی بن عبداللہ مدینیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ہم لوگوں کو دیکھ کر کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق تم لوگ ہو: **لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم او خالفھم.**

میری امت کا ایک گروہ حق وصداقت پر قائم ودائم رہے گا، ان کی رسوائی اور مخالفت کرنے والا ان کو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکے گا۔ اور اس کی توجیہ یوں فرمائی کہ تاجروں نے اپنے کو تجارت میں مشغول کررکھا ہے، دستکاروں اور اہل صنعت نے اپنے کو صنعتوں میں مشغول کررکھا ہے اور ملوک وسلاطین نے اپنے کو امور مملکت میں مشغول کررکھا ہے اور ان سب سے الگ تھلگ رہ کر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن سے تعلق ومحبت رکھتے ہو۔

صنعت وحرفت کی انقلاب انگیز توسیع وترقی کے اس دور میں ہمارے علماء کو زندگی کے عملی میدان سے دور نہیں رہنا چاہئے بلکہ ان کو اسلاف کی طرح رزق ومعیشت کے بارے میں خود کفیل بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

لاک ڈاؤن کے بعد لاکھوں بچے اسکول لوٹے

رپورٹ ہندوستان ٹائمز ۲/ ستمبر ۲۰۲۰ء (ترجمہ: محمد عادل فریدی)

یورپ، چین، روس اور دیگر ممالک کے لاکھوں بچے کووڈ-۱۹ وبا کی وجہ سے مہینوں تک اسکول سے دور رہنے کے بعد اب دوبارہ اسکولوں کی طرف لوٹ رہے ہیں، بہت سے ممالک نے اپنے اسکولوں کو کھولنے کی اجازت دے دی ہے، حالانکہ کورونا کے کیس اور اموات میں لگاتار اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ چین کی ریاست ہوبئے کے مشہور شہر ووہان میں، جو کہ اس مہلک عالمگیر وبا کورونا کا اصلی منبع اور اوریجنل گراؤنڈ زیرو ہے، وہاں بھی اسکول کھلنے لگے ہیں اور بچوں کو سات مہینوں کے بعد پہلی بار فیس ماسک کے ساتھ اسکولوں میں داخلہ کی اجازت ملی ہے۔ شہر کے تقریباً ۱۴/لاکھ سے زیادہ بچوں نے ۲۸۰۰/ سے زیادہ کنڈر گارٹین (ابتدائی اسکولوں)، پرائمری اور مڈل اسکولوں میں اپنی تعلیم دوبارہ شروع کر دی ہے، جبکہ ہائی اسکولوں کو مئی میں ہی کھول دیا گیا تھا۔ صوبے کی میڈیا نے ہزاروں بچوں کی چینی پرچم لہراتے ہوئے اور اسکولوں کی روزانہ کی مصروفیات میں شرکت کی تصویریں نشر کی ہیں، حالانکہ بڑے اجتماع سے بچنے کی حکومت کی طرف سے وارننگ دی گئی ہے۔

حکومت کے ایک افسر بتایا کہ لاک ڈاؤن کے دوران بڑے پیمانے پر اسکولوں نے آن لائن تعلیم کا سلسلہ شروع کیا تھا، لیکن چھوٹے بچوں کے لیے آن لائن کلاسوں کی افادیت زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے اسکولوں کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ کورونا سے تحفظ کی پابندی کرتے ہوئے بچوں کا خیر مقدم کریں۔ چین کے دارالحکومت بیجنگ اور شہر شنگھائی میں مئی میں ہی بیشتر اسکول کھل چکے ہیں۔ وہاں بھی ستمبر میں کنڈرگارٹین سمیت سبھی اسکولوں کو کھولا جارہا ہے۔ بیجنگ کی انتظامیہ نے تمام اساتذہ اور طلبہ کو فیسک ماسک پہن کر اسکول آنے کی ہدایت جاری کی ہے۔ چین میں حالیہ دنوں میں کوررانا وائرس کا کوئی نیا کیس سامنے نہیں آیا ہے۔

گرمی کی چھٹیوں کے بعد لاکھوں ماسک پہنے ہوئے یورپی بچے بھی منگل کے دن سے اسکولوں کی طرف لوٹنے لگے ہیں۔ روس، بلجیئم، یوکرین اور فرانس میں بھی اسکول دوبارہ کھل چکے ہیں۔ پورے براعظم یورپ میں اساتذہ اور گیارہ سال اور اس سے زیادہ عمر کے طلبہ کے لیے فیس ماسک پہننا اور دیگر ضوابط پابندی کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ روس میں ایک کروڑ ستر لاکھ بچوں نے اسکولوں کی طرف واپسی کی ہے حالانکہ روس نے اقرار کیا ہے کہ ملک میں دس لاکھ سے زیادہ کورونا کے کیس ہو چکے ہیں، جو پوری دنیا میں چوتھے مقام پر ہے، حالانکہ اب بھی یہ یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ سے بہت پیچھے ہے جہاں کیسوں کی تعداد ساٹھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ عالمی وبا کورونا جو کہ گذشتہ سال کے اواخر میں چین سے پھیلا، اس نے اب تک پوری دنیا میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ لوگوں کو متاثر کیا ہے جبکہ اس بیماری سے اب تک ساڑھے آٹھ لاکھ افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔

کورونا کی ویکسین کی تلاش پوری دنیا میں جاری ہے، ابھی تک اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے، اسی درمیان امریکہ کی مشہور بایوفارماسٹیکل ریسرچ کمپنی ایسٹرازینیکا (AstraZeneca) نے کہا ہے کہ اس نے امریکہ میں بڑے پیمانے پر اس ویکسین کا انسانوں پر تجربہ شروع کیا ہے۔ کمپنی نے یہ بھی واضح کیا کہ اس نے سیل تھیراپی فرم آکسفورڈ بایومیڈیکا کے ساتھ مل کر بڑی مقدار میں ممکنہ ویکسین بنانے کا معاہدہ کیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ امریکہ میں ممکنہ فاسٹ ٹریک منظوری سے پہلے ہی اس ویکسین کی سپلائی کو بڑھانے کی کوشش کر رہی ہے۔

دریں اثناء کینیڈا نے ویکسین کے کلینکل ٹرائل کو بند کر دیا ہے کہ کیوں کہ چین نے ویکسین بنانے میں شریک چینی کمپنی کینسینو بایولوجکس سے ویکسین کی کھیپ لینے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بجائے اس نے دو امریکی کمپنیوں سے ممکنہ ویکسین کی ایک سو ملین خوراک فراہم کرانے کا معاہدہ کیا ہے۔

ہانگ کانگ نے منگل کو اپنے ساڑھے سات ملین شہریوں کے لیے ایک مفت ماس ٹیسٹنگ ڈرائیو لانچ کیا ہے۔ حالانکہ اس میں یہ خطرہ موجود ہے کہ اس اسکیم کا استعمال ڈی این اے ہارویسٹنگ کے لیے کرسکتا ہے۔

کئی ایسے رضاکارانہ اقدامات کیے گئے ہیں، کیوں کہ کورونا وائرس کے متاثرین کی تعداد تیزی سے بڑھتی جارہی ہے، حکومتیں اس پر قابو پانے میں ناکام ثابت ہورہی ہیں، لوگوں کا بھروسہ حکومتوں کی طرف سے کیے جانے والے اقدامات سے اٹھتا جارہا ہے، حالیہ دنوں میں کئی بڑے شہروں میں لوگوں نے سڑکوں پر نکل کے احتجاج بھی کیا ہے۔ ایسے شبہات ظاہر کیے جارہے ہیں کہ حکومت کے ارادے ہانگ کانگ میں ٹیسٹنگ پروگرام کو کمزور کرنے کے ہیں کیوں کہ حکومت کے افسران پر الزام ہے کہ وہ چین کے ذریعہ ملک کی جمہوری تحریک کو کچلنے میں ایندھن کا کام کر رہے ہیں۔

عالمی ادارۂ صحت نے حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کووڈ-۱۹ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں سے مذاکرات کرے اور ان کے مطالبات کو بھی سنے، ساتھ ہی مظاہرین کو بھی وائرس کی خطرناکی کو سمجھنا چاہئے۔ ڈبلیو ایچ او کے ڈائرکٹر جنرل ٹیڈرس ایڈہانم گیبریسس کا کہنا ہے کہ ”یہ ضروری ہے کہ لوگوں کے مطالبات کو اور ان کی باتوں کو سنا جائے، ہمیں ایماندارانہ مذاکرات کرنا چاہئے، لیکن مظاہرین کو بھی چاہئے کہ محفوظ طریقہ پر اور احتیاطی تدابیر کو اپناتے ہوئے مظاہرہ کریں۔“ ٹیڈرس نے یہ بھی کہا کہ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اموات کی کثیر تعداد کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، کیوں کہ اموات صرف بڑی عمر کے لوگوں کی ہو رہی ہیں، کسی کو صرف اس لیے مرنے دینا کہ اس کی عمر زیادہ ہو چکی ہے، یہ تو حد سے زیادہ ذہنی اور اخلاقی دیوالیہ پن ہے، ہم اپنے سماج کو اس طرح کے رویے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

ڈاکٹر کفیل خان کی رہائی

اداریہ انڈین اکسپریس ۳/ ستمبر ۲۰۲۰ء (ترجمہ: محمد عادل فریدی)

الہ آباد ہائی کورٹ کا یہ قدم قابل ستائش ہے کہ اس نے بی آر ڈی میڈیکل کالج اور اسپتال گورکھپور کے ڈاکٹر کفیل خان کی قومی سلامتی ایکٹ (NSA) کے تحت نظر بندی کو ختم کر دیا اور یوپی حکومت کو حکم دیا کہ ان کو فوری رہا کیا جائے۔ ڈاکٹر خان گذشتہ سات ماہ سے جیل میں تھے، ان پر الزام تھا کہ انہوں نے گذشتہ دسمبر میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں متعصّبانہ ومتنازعہ قانون ”شہریت ترمیمی ایکٹ (CAA)“ اور شہریوں کے مجوزہ قومی رجسٹر (NRC) کے خلاف طلبہ کے احتجاج میں مبینہ طور پر ”اشتعال انگیز تقریر“ کی تھی۔ اسی تقریر کی پاداش میں ان پر این ایس اے لگا دیا گیا تھا۔ کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ تقریر ”قومی سلمیت اور اتحاد کا مطالبہ ہے“، اور وہ ”نفرت یا تشدد کو فروغ دینے کی کسی بھی کوشش“ کی آئینہ دار نہیں ہے۔ دو ججوں کی بنچ نے اپنے فیصلے میں واضح کیا کہ ڈاکٹر خان کو تقریر کے دو ماہ بعد این ایس اے کے تحت قید کرنا قانون کی نظر میں بُرا اور غلط ہے اور اس میں انکی تقریر کے کچھ جملوں کو ذاتی اور معاندانہ غرض سے اٹھایا گیا اور انہیں اپنے مطلب کا معنی پہنایا دیا گیا اور اس کے حقیقی مفہوم اور مقصد کو نظر انداز کر دیا گیا۔ عدالت نے کہا کہ تقریر کو مکمل پڑھنے سے نفرت یا تشدد کو فروغ دینے کی کسی بھی کوشش کا انکشاف نہیں ہوتا ہے۔

واضح طور پر، این ایس اے کے تحت ڈاکٹر خان کی گرفتاری اور ان کی نظر بندی کی توسیع میں، قانونی عمل کی خلاف ورزی ہوئی۔ بدقسمتی سے یہ ریاست کے ذریعہ شہریوں کے آزادانہ اظہار رائے اور اختلاف رائے کے حق کو پامال کرنے کا بدترین نمونہ ہے، اور اس کے لئے ریاستی قوانین کا غلط استعمال کیا جارہا ہے۔ کیدار ناتھ سنگھ کیس 1962 میں سپریم کورٹ نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا تھا کہ عدالت کی نظر میں کوئی تقریر قابل مواخذہ اس وقت ہوتی ہے، جب اس میں صاف طور پر عوام کو قانون کی خلاف ورزی یا تشدد کے لیے ابھارا جائے۔ اس کے باوجود حالیہ دنوں میں ریاستی حکومتوں نے عدلیہ کے ساتھ ساتھ خاص طور پر نچلی عدالتوں کے توسط سے کثرت سے آزادنہ اظہار رائے کو جرم قرار دینے میں تیزی دکھائی ہے، اور اکثر معاملات میں میں کسی شک یا مہلت کا فائدہ نہیں دیا ہے۔ اس اخبار نے آزادانہ تقریر کے دس مقدمات کی جانچ پڑتال کی ہے، جو رواں سال جنوری سے اب تک سپریم کورٹ کے سامنے آئے تھے۔ ان میں سے چار کیس میں سپریم کورٹ نے آزادانہ اظہار رائے کے حق کو باقی رکھنے یا ریلیف دینے کا کام کیا جس میں ریاست اور مدعی نے بحث کی تھی، جبکہ عدالت نے درخواست گزار کو دیگر چھ مقدمات میں کوئی ریلیف نہیں دیا، جہاں مرکز مدعا علیہ تھا اور اس پر اعتراض کیا گیا تھا۔

اس ناشائستہ نمونہ کو توڑنے کے لئے الہ آباد ہائی کورٹ ستائش کا مستحق ہے۔ اس حکم میں دیگر عدالتوں کو ایسے معاملات پر عمل کرنے کا سانچہ فراہم کیا گیا ہے جس میں شہریوں کے بنیادی حقوق کو جابرانہ اور فرسودہ قوانین سے لیس ریاست کی طرف سے سلب کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ یہ خاص طور پر اس وقت زیادہ اہم ہو جاتا ہے جب اختلاف رائے کی گنجائش کو ختم کیا جارہا ہو اور اس کے تحفظ کی ضرورت ہو۔

خودکشی؛ ایک سماجی المیہ

اداریہ جن ستا ۳/ ستمبر ۲۰۲۰ء (ترجمہ: محمد عادل فریدی)

اگر ہمارے ملک میں ایک دن میں تین سو اکیاسی لوگ خودکشی کر لیتے ہیں، تو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایک سماج کے طور پر ہم کتنے ترقی یافتہ اور حساس ہو سکے ہیں۔ اور اس میں اجتماعی فکر کے لیے کتنی گنجائش موجود ہے۔ این سی آر بی یعنی قومی جرائم ریکارڈ بیورو کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال یعنی ۲۰۱۹ء میں ملک میں ہر گھنٹے میں کم سے کم پندرہ لوگوں نے خودکشی کر لی، اعداد وشمار پر نظر ڈالیں تو اس کی کچھ پرتوں کو کھولنے میں مدد مل سکتی ہے، مثال کے طور پر خودکشی کرنے والوں میں 70/ فیصد مرد اور 30/ فیصد عورتیں ہیں۔ شہروں میں خودکشی کی شرح 13.9 فیصد ہے، جو اس معاملہ میں قومی اوسط 10.4 فیصد سے کافی زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ اگر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے اعداد وشمار کا تقابل کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر آنے والے سال میں گذشتہ سال کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ کی سنگینی کو جب تک پہچان کر اس کے حل کی کوشش نہیں کی جائے گی، اس کا دائرہ اور بڑھتا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس کو تناؤ اور ڈپریشن میں ڈوبے ہوئے لوگوں کا ذاتی مسئلہ اور نتیجے کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے؟ این سی آر بی کی رپورٹ کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 32 فیصد سے زیادہ لوگوں نے خاندانی مسائل کا حل نہیں کر پانے کی وجہ سے خودکشی کی تو 17 فیصد لوگوں نے بیماری سے پریشان ہو کر اپنی جان لے لی۔ اس کے علاوہ جذباتی چوٹ، اکیلا پن، قرض اور کئی دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک انسان کسی بھی حالت میں سماج سے اس قدر بے پرواہ نہیں ہو سکتا کہ سماج میں ہونے والی کسی بھی سرگرمی یا نشیب وفراز کا اس پر کوئی اثر نہ پڑے، اگر کوئی شخص تنہائی، تناؤ اور اس کے بعد ڈپریشن کی حالت میں چلا جاتا ہے تو اس میں اس کے آس پاس ہونے والے واقعات وحادثات،، ان کے اثرات اور ان کے درمیان اس کی خود کی حالت اہم وجہ ہوتی ہے۔ ایسی بھی کئی وجوہات ہوتی ہیں جن میں کوئی شخص حالات سے متاثر ہو کر پریشان تو ہوتا ہے، لیکن اس سے نجات پانے کی اس کی کوشش بہت ہی رازدارانہ اور نجی ہوتی ہے، جب کہ اس وقت اس کو جذباتی یا مشورہ کی سطح پر کسی مددگار یا ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ ہم جس معاشرتی ڈھانچے میں پلتے بڑھتے ہیں، اس میں ہمیں مسائل کو دیکھنے میں تو کوئی دشواری نہیں ہوتی، مگر اس کے وجوہات کی پہچان کرنے کی صلاحیت عام طور پر بہت سے لوگوں کے اندر فروغ نہیں لے پاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بے حد نازک لمحات میں جب وہ کسی وجہ سے ذہنی یا جذباتی کش مکش کے دور میں داخل ہو جاتے ہیں تو کئی بار خود پر سے لگام چھوٹ جاتی ہے اور اپنی جان لے لینے جیسا مشکل فیصلہ کر گذرتے ہیں، یقینی طور پر یہ اس مسئلہ کی نفسیاتی پہلوؤں کی پیچیدگی ہے، لیکن یہ دھیان رکھنے کی ضرورت ہے کہ سماج میں ایک آدمی کی خودکشی پورے معاشرتی نظام کی ناکامی ہے، اپنے آس پاس کون شخص کس پریشانی، ذہنی دباو یا تناؤ میں جکڑا ہوا ہے، کسی خاندانی جھگڑے یا کشاکش میں الجھا ہے، یا کسی ذاتی جذباتی کش مکش میں مبتلا ہو کر خود سے ہار رہا ہے، اس کی پہچان کرنے کا احساس شاید ہمارے اندر مضبوط نہیں ہو سکا ہے۔ اپنے دائرے میں جینے اور اپنی سہولتوں اور آرائش کو سب سے زیادہ اہم ماننے کی ذہنیت نے ہم سے دوسروں کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کا احساس چھین لیا ہے، جو کئی بار کسی کی جان بچا لینے اور کسی کو نئی زندگی دینے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسی لیے جہاں تک ہو سکے اپنے آس پاس کے لوگوں کی پریشانیوں کو حل کیجیے، کسی بدنصیب کے کام آیئے، کسی گرتے ہوئے کو تھامیے، تبھی ہم اس سماجی لعنت کو ختم کر سکیں گے۔

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

ہم نے قضیہ فلسطین سے متعلق موقف تبدیل نہیں کیا: سعودی وزیر خارجہ

سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان بن عبداللہ نے کہا ہے کہ ان کے ملک کا قضیہ فلسطین سے متعلق اصولی اور مسلمہ موقف تبدیل نہیں ہوا ہے۔ متحدہ عرب امارات اور دوسرے پڑوسی ملکوں کے درمیان فضائی سروس کے لیے سعودی عرب کی فضا کے استعمال کی اجازت دینا، مملکت کے قضیہ فلسطین سے متعلق موقف میں تبدیلی نہیں۔ خیال رہے کہ سعودی وزیر خارجہ نے یہ وضاحت ایک ایسے وقت میں کی ہے جب دوسری طرف متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان تعلقات کے قیام کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان فضائی سروس کے لیے سعودی عرب کی فضا کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ امارات اور اسرائیل کے درمیان فضائی سروس کے لیے سعودی عرب کی فضائی حدود کے استعمال کی اجازت پر بعض حلقوں کی طرف سے سامنے آنے والی تنقید کو مسترد کر دیا گیا ہے۔ وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان نے ایک ٹوئٹ میں لکھا کہ سعودی عرب خطے میں دیرپا قیام امن کے لیے ہونے والی تمام مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آج بھی عرب امن فارمولے پر قائم ہے۔ (قومی آواز بیورو)

کووڈ-19 کی احتیاطی تدابیر کے ساتھ خانہ کعبہ کو غسل دیا گیا

سعودی عرب میں جمعرات کے روز غسلِ کعبہ انجام دیا گیا، اس موقع پر کورونا وائرس کے تناظر میں تمام تر احتیاطی تدابیر کا خاص خیال رکھا گیا۔ خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود کی جانب سے بیت اللہ کے غسل کی منظوری ملنے کے بعد مکہ مکرمہ کے گورنر شہزادہ خالد الفیصل نے شاہ سلمان کی طرف سے غسل کی کارروائی کی نگرانی کے فرائض انجام دیے۔ خیال رہے کہ خانہ کعبہ کو ہر سال آب زمزم میں عرقِ گلاب ملا کر غسل دیا جاتا ہے۔ سعودی عرب کے قیام کے بعد شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود کے دور سے لے کر خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کے دور تک بیت اللہ کی تطہیر اور اس کی دیکھ بھال پر خصوصی توجہ دینے کا سلسلہ جاری ہے۔ عموماً سال میں دو مرتبہ غسل کعبہ انجام دیا جاتا ہے، تاہم گذشتہ برس صرف ایک مرتبہ یعنی ۱۵ر محرم ۱۴۴۱ ہجری کو غسل انجام دیا گیا۔ مسجد حرام میں جاری توسیعی منصوبوں کے سبب شعبان کے مہینے میں مقررہ دوسرا غسل منسوخ کر دیا گیا تھا۔ (العربیہ ڈاٹ نیٹ)

یواے ای نے اسرائیل کو تسلیم کر کے اسلامی دنیا سے غداری کی: علی خامنہ ای

ایران کے رہبرِ اعلیٰ آیت اللہ علی خامنہ ای نے کہا ہے کہ متحدہ عرب امارات نے اسرائیل کو تسلیم کر کے اسلامی دنیا اور فلسطینیوں سے غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ آیت اللہ علی خامنہ ای نے منگل کے روز ایک نشری تقریر میں کہا: ''یواے ای کی غداری یقینی طور پر تادیر نہیں رہے گی، لیکن اس شرم ناک اقدام کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انھوں (اماراتیوں) نے صہیونی نظام کو خطے میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے اور فلسطینیوں کو فراموش کر دیا ہے۔'' انھوں نے یواے ای کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا کہ ''اماراتی اسلامی دنیا، عرب اقوام اور فلسطینیوں کے خلاف اس غداری کے بعد ہمیشہ کے لیے بے توقیر ہو جائیں گے۔'' تاہم اسرائیل اور یواے ای کا کہنا ہے کہ اس معاہدے سے انھیں اقتصادی ثمرات حاصل ہوں گے۔ اسرائیل کا گذشتہ ربع صدی کے بعد کسی عرب ملک سے یہ پہلا امن معاہدہ ہے لیکن اس کو فلسطینیوں نے یکسر مسترد کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے ذریعے ان کی ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کو نقصان پہنچا ہے اور ایک طرح سے ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا گیا ہے۔ (العربیہ ڈاٹ نیٹ)

ٹرمپ پوتین اور شیخ حسینہ نے پرنب مکھرجی کی موت پر غم کا اظہار کیا

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے سابق صدر جمہوریہ بھارت رتن پرنب مکھرجی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر مکھرجی ایک عظیم قائد تھے۔ مسٹر ٹرمپ نے کہا کہ سابق صدر پرنب مکھرجی کے انتقال کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ میں مسٹر مکھرجی کے اہل خانہ اور ہندوستان کے عوام سے اظہار تعزیت کرتا ہوں جنہوں نے ایک عظیم قائد کو کھو دیا ہے۔ روسی صدر ولادمیر پوتن نے وزیر اعظم مودی اور صدر رام ناتھ کووند کو بھیجے گئے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ''سابق صدر پرنب مکھرجی کے انتقال پر میری گہری تعزیت قبول کریں۔ صدر اور دیگر سرکاری عہدوں پر کام کرتے ہوئے مسٹر مکھرجی نے اپنے ملک اور اعلی بین الاقوامی اتھارٹیز سے قابل احترام اعزاز حاصل کیا۔'' بنگلہ دیش کی وزیر اعظم شیخ حسینہ اور صدر عبدالحمید نے اپنے تعزیتی پیغام میں دونوں پڑوسی ممالک کے مابین باہمی تعلقات کو مزید بہتر بنانے میں مسٹر مکھرجی کی تعاون اور خدمات کو یاد کیا۔ (یو این آئی)

فرانسیسی میگزین چارلی ہیبڈو کا گستاخانہ خاکے دوبارہ شائع کرنے کا اعلان

رسوائے زمانہ فرانسیسی میگزین چارلی ہیبڈو نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے کو دوبارہ شائع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ بدھ کو فرانس میں ان تیرہ مرد و خواتین کے خلاف مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہوا ہے جن پر ۲۰۱۵ء میں میگزین پر حملہ کرنے والوں کو ہتھیار فراہم کرنے کا الزام ہے۔ میگزین نے بھی اسی مناسبت سے ایک مرتبہ پھر گستاخانہ خاکہ شایع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اداریے کے ساتھ پانچ سال قبل شائع کیے گئے خاکوں کا حوالے دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ ہمارے لیے تاریخ کا درجہ رکھتے ہیں اور تاریخ کو نہ مٹایا جاسکتا ہے اور نہ دوبارہ لکھا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ فرانس کے میگزین چارلی ہیبڈو نے ۲۰۱۵ء میں پہلی بار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخانہ خاکہ شایع کیا تھے جس کے خلاف پوری دنیا کے مسلمانوں نے غم و غصے کا اظہار اور شدید احتجاج کیا تھا، ساتھ ہی دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی اخبار کے اس فعل کی مذمت کی تھی۔ پانچ سال قبل اس میگزین کی عمارت پر حملہ ہوا تھا جس میں تین حملہ آوروں سمیت ادارتی عملے کے بارہ افراد مارے گئے تھے۔ حملہ کرنے والے شیرف اور سعید کوچی نے القاعدہ سے تعلق کا دعوی کیا تھا۔ پاکستان سمیت کئی اسلامی ممالک کی طرف سے میگزین کے اس اعلان کی مذمت کی گئی ہے، پاکستانی وزارت خارجہ کے ترجمان زاہد حفیظ چوہدری نے کہا ہے کہ ہم فرانسیسی میگزین میں گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت کے اعلان کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ایسے اقدامات سے عالمی سطح پر مذہبی ہم آہنگی اور امن کو ٹھیس پہنچتی ہے، جان بوجھ کر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے عمل کو آزادی اظہار رائے قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

بزنس، روزگار، کیریر

بہار انجمن کی طرف سے نادار طلبہ کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا سنہرا موقع

بہار کے غیر ملکی باشندوں کی مشہور فلاحی تنظیم بہار انجمن بہار کے ۲۹ر اضلاع میں وہاں کے نادار طلبہ و طالبات کو اعلیٰ و تکنیکی تعلیم سے آراستہ کرنے میں ۱۷ر سالوں سے اہم رول ادا کر رہا ہے۔ فی الوقت ادارے کی کوششوں سے ۶۰۰ر طلبہ و طالبات مختلف کالجوں سے ڈپلومہ انجینئرنگ، بی ٹیک اور کئی دیگر تکنیکی و پروفیشنل کورس کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ۲۰۰۸ء سے جاری ہے۔ ۲۰۲۰ء میں بھی ۲۵۰ر طلبہ و طالبات کو مختلف کورسوں میں داخلہ دلوانے کا منصوبہ ہے۔ تفصیلات کے لیے ادارہ کی ویب سائٹ www.biharanjuman.org سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی کڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے ادارہ رواں سال ایس ایس سی کی تیاری کے لیے گریجوئیٹ امیدواروں سے آن لائن درخواست طلب کر رہا ہے، درخواست جمع کرنے کی آخری تاریخ ۱۵ر ستمبر ہے۔ آن لائن درخواست www.rahbaacademy.org پر لاگ ان کر کے پُر کیا جاسکتا ہے۔ ایس ایس سی کی تیاری پٹنہ میں ہوگی اور اس کی کوئی فیس نہیں لی جائے گی، داخلہ کے لیے گریجوئیٹ ہونا، ساتھ ہی رہبر کیریر اکیڈمی کے داخلہ امتحان میں کامیاب ہونا لازمی ہے۔ بہار انجمن کا سنٹر فی الحال پٹنہ، حاجی پور، مظفر پور، سمستی پور، چھپرہ، سیوان، گوپال گنج، دربھنگہ، نوادہ، بہار شریف، کشن گنج کے علاوہ بہار کے کل چوبیس اضلاع میں قائم ہے۔ جہاں درجہ آٹھ کے بعد طلبہ کی کاؤنسلنگ کر کے مفت میں انہیں تین سال تک کوچنگ کرائی جاتی اور بہار بورڈ کے امتحان کی تیاری کرائی جاتی ہے، دسویں درجہ میں پاس ہونے کے بعد جو بچے ڈپلومہ کرنا چاہتے ہیں انہیں بہار انجمن اپنے خرچ پر ملک کے مختلف کالجوں میں داخلہ دلوا کر ڈپلوما کراتی ہے۔

ملک کو معاشی تباہی میں ڈبو کر خاموش ہے مودی حکومت: کانگریس

کانگریس نے ملک کی معیشت کی حالت زار کے لئے مودی حکومت کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے الزام عائد کیا ہے کہ معیشت آزادی کے بعد سے اب تک کی انتہائی نچلی سطح پر ہے اور حکومت کے پاس اس کو واپس پٹری پر لانے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ اس لئے اس معاملے پر اس نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ کانگریس کے ترجمان رندیپ سنگھ سرجے والا نے پریس کانفرنس میں کہا کہ وزیر اعظم نریندر مودی اور ان کی حکومت معیشت کی بحالی کے لئے اقدامات کرنے سے قاصر ہے۔ وہ خاموش بیٹھ گئے ہیں اور مسلسل ڈوبتی ملک کی معیشت کو اب خدا کے بھروسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 73 برسوں میں پہلی بار جی ڈی پی صفر سے نیچے 23 فیصد پر آ گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ملک کی اوسطاً آمدنی میں زبردست کمی آئے گی۔ مسلسل کمزور ہو رہی اس معیشت کا براہ راست اثر عام آدمی پر پڑنا یقینی ہے اور حکومت عام آدمی کو بچانے کے لئے کوئی ٹھوس اقدامات کرنے کی بجائے خاموش ہے اور اس کی یہ خاموشی بہت خطرناک ہے۔ ترجمان نے کہا کہ ماہرین کے مطابق اس کی وجہ سے سال 2019-20 میں فی کس سالانہ آمدنی 135050 اندازہ کی گئی جبکہ رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی یعنی اپریل سے جون تک جی ڈی پی منفی 24 فیصد پر آ گئی ہے۔ جولائی سے ستمبر کی دوسری سہ ماہی میں صورتحال اس سے بھی بدتر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر جی ڈی پی پورے سال صفر سے 11 فیصد سے نیچے آ جائے تو عام لوگوں کی آمدنی میں سالانہ 14900 روپے کی کمی واقع ہوگی۔ ایک طرف مہنگائی کی مار، دوسری طرف سرکاری ٹیکسوں کی بھر مار اور تیسری طرف کساد بازاری کی مار اور یہ تینوں مل کر عام آدمی کی کمر توڑ دیں گی۔ (یو این آئی)

کیش لیس نظام غیر منظّم شعبے کے خلاف سازش: راہل گاندھی

کانگریس کے سابق صدر راہل گاندھی نے نوٹ بندی کے بعد کیش لیس نظام کو فروغ دینے کو ''غیر منظّم شعبے کے خاتمے کی منصوبہ بند سازش'' قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ 90 فیصد آبادی کو روزگار دینے والے اس شعبے کی معیشت کو بچانے کے لئے سب کو مل کر لڑنے کی ضرورت ہے۔ مسٹر گاندھی نے ایک ویڈیو پیغام میں کہا کہ مودی سرکار نے پہلے نوٹ بندی نافذ کر کے غریبوں، کسانوں، مزدوروں اور چھوٹے دکانداروں پر وار کیا اور اب کیش لیس ہندوستان بنانے کی بات کر کے ملک کی غیر منظّم معیشت کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے ٹویٹ کیا مودی جی کا ''کیش لیس ہندوستان'' دراصل ''مزدور کسان، چھوٹے کاروبار سے پاک ہندوستان'' ہے۔ جو پیسہ 8 نومبر 2016 کو پھینکا گیا تھا، اس کا بھیانک نتیجہ اس سال 31 اگست کو سامنے آیا جی ڈی پی میں گراوٹ کے علاوہ نوٹ بندی نے ملک کی غیر منظّم معیشت کو کیسے برباد کیا یہ جاننے کے لئے میرا ویڈیو دیکھیں''۔ کانگریس لیڈر نے کہا کہ نوٹ بندی ہندوستان کی غیر منظّم معیشت پر حملہ وار تھی اور اب کیش لیس سسٹم کو اپنا کر پوری معیشت کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ اس سازش کو پہچاننا ہوگا اور اس کے خلاف پورے ملک کو مل کر لڑنا ہوگا۔ انہوں نے کہا 8 نومبر 2016 کو رات آٹھ بجے وزیر اعظم نے نوٹ بندی کا فیصلہ لیا اور 500 اور 1000 روپے کے نوٹ کو منسوخ کر دیا، پورا ہندوستان بینک کے سامنے کھڑا ہوا، اپنی آمدنی بینک کے اندر ڈالی، اس سے کالا دھن ختم نہیں ہوا اور غریب لوگوں کو نوٹ بندی کا فائدہ نہیں ملا۔ ہندوستان کے سب سے بڑے ارب پتیوں کو اس کا فائدہ ہوا۔''

JEE اور NEET امتحان ملتوی کرنے کی درخواست مسترد

سپریم کورٹ نے میڈیکل میں داخلے کے لیے ہونے والے اہلیتی امتحان (NEET) اور انجینئرنگ میں داخلہ کے لیے ہونے والے اہلیتی امتحان (JEE) کو ملتوی کرنے کے لئے دائر نظر ثانی کی درخواست جمعہ کے روز خارج کر دی، سپریم کورٹ کی جانب سے نظر ثانی درخواست مسترد ہونے کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ جے ای ای اور نیٹ کا امتحان ملتوی نہیں کیا جائے گا۔ جسٹس اشوک بھوشن، جج بی آر گوئی اور جسٹس کرشنا مراری پر مشتمل بنچ نے چھ غیر بی جے پی حکومت والی ریاستوں کے کابینی وزیروں کی جانب سے دائر نظر ثانی کی درخواست کو خارج کر دیا۔ نظر ثانی کی درخواست مغربی بنگال، جھارکھنڈ، راجستھان، چھتیس گڑھ، پنجاب اور مہاراشٹر کے وزراء کابینہ کی جانب سے دائر کی گئی تھی۔ (یو این آئی)

طب و سائنس

بچوں کی نگہداشت اور ویکسین

تبسّم منظور، ناڈکر، ممبئی

بچے کی پیدائش سے ہی ان کی نگہداشت پر دھیان دینا ضروری ہے۔آج سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ماں کے پیٹ میں ہی بچے کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے۔سونوگرافی کے ذریعے پیٹ میں ہی بچے کے تمام اعضاء کے بارے میں معلوم کرلیا جاتا ہے۔خدانخواستہ بچے کا کوئی عضو ناکارہ ہو یا پیدائش کے بعد بچے کو زیادہ تکلیفوں سے گزرنا پڑے یا اس عضو کی وجہ سے وہ بچہ زندگی بھر معذور ہوسکتا ہے تو ڈاکٹر کی صلاح سے اسے ختم بھی کیا جاتا ہے۔ ماں کے بھی سارے ٹیسٹ حمل کے دوران ہی کیے جاتے ہیں۔جس میں ایچ آئی وی کا ٹیسٹ بھی کرایا جاتا ہے۔ٹیسٹ کرانے پر پتہ چلے کہ ماں کو ایچ آئی وی ہے،تو بھی گھبرانے کی بات نہیں۔اب ایسی دوائیاں موجود ہیں جو ایچ آئی وی کی مریض عورت کو حمل کے دوران تندرست رکھتی ہیں اور اس وائرس کو بچے میں منتقل ہونے سے روکتی ہیں۔لیکن اگر دوائیں نہ لی جائے تو یہ وائرس بچے میں منتقل ہوسکتا ہے۔

ماں کو حمل کے دوران اور زچگی کے بعد صاف صفائی پر پوری توجہ دینی چاہئے۔کئی مائیں دودھ پلاتے وقت صفائی کا خیال نہیں رکھتیں۔دودھ پلانے میں غفلت اور بے پروائی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔بچے کو صفائی سے دودھ نہ پلایا جائے تو پیٹ کی بیماریوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔ایسے میں کئی بچے ہیضے کا بھی شکار ہوتے ہیں۔

صحت منداور تندرست بچہ کسی مشکل اور محنت کے بغیر آسانی سے سانس لیتا ہے۔اسے ایک سے دو گھنٹے بعد دودھ پینا چاہیے۔بچے کے دوسرے دن سے لے کر پانچویں دن کے درمیان ہونے والا پیلیا (یرقان) خطرناک نہیں ہوتا۔اس کا بہترین علاج سورج کی روشنی یعنی صبح کی ہلکی دھوپ ہوتی ہے اور ماں کا دودھ زیادہ سے زیادہ پلانا چاہیے۔ماں کا دودھ بچے کے لئے سب سے بہترین غذا ہے۔بچے کی پیدائش کے بعد ماں کی چھاتی سے نکلنے والا پیلا دودھ سونے کے پانی کی طرح ہوتا ہے۔کم مقدار میں آتا ہے لیکن نوزائیدہ بچے کے لئے یہ مقدار اس کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔نوزائیدہ بچے کے لئے یہ مکمل اور بہترین غذا ہے۔اس دودھ میں جراثیم کو مارنے والے اجزا ہوتے ہیں جو ماں کے جسم کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور بچے کو انفیکشن سے بچاتے ہیں۔اس پہلے دودھ کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔بچے کے لئے یہ کسی بھی دوا سے بڑھ کر ہے اور بے حد قیمتی ہے۔پیدائش کے بعد دو دن یہ دودھ پلانا بہت ضروری اور ہے کیونکہ اس سے ہی ماں میں دودھ بننا شروع ہوجاتا ہے۔لیکن آج کل کا یہ ماڈرن زمانہ ہے۔مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلانا مناسب نہیں سمجھتیں۔بس یہ کہتی ہیں کہ ہمیں دودھ نہیں آتا۔انہیں لگتا ہے دودھ پلانے سے ان کی فیگر خراب ہوجائے گی۔

پہلے ہفتے میں بعض بچوں کا وزن کم ہوجاتا ہے۔اگر اس کے بعد بھی بچے کا وزن کم ہو رہا ہے تو اس کا مطلب بچے کو پوری خوراک نہیں مل رہی ہے۔پہلے تو کوشش کریں کہ ماں کا دودھ ہی دیا جائے پھر بھی خوراک پوری نہ ہو تو ڈاکٹر کی صلاح سے بچے کو باہر کا دودھ دیں۔بچوں کی ہر چھوٹی چھوٹی حرکت پر نظر رکھیں۔ڈاکٹر سے تھوڑی بہت دوائیاں لکھوا لیں تاکہ تکلیف میں آپ آسانی سے بچے کو گھر پر ہی دوا دے سکیں۔

زچگی کے بعد ہی بچوں کے ڈاکٹر آکر بچے کا چیک اپ کر لیتے ہیں۔اس وقت ایک فائل دی جاتی ہے جس میں ویکسین کا پورا چارٹ ہوتا ہے کہ کونسا ویکسین کب لینا ہے۔کئی لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اتنے سارے ویکسین کیوں لینے ہیں؟ ویکسین کیا کام کرتے ہیں؟ کیا وہ وائرس اور بیکٹیریا کے خلاف کام کرتے ہیں؟ ویکسین مستقبل میں ہونے والی کسی مخصوص بیماری کے حملوں کے خلاف مدافعتی طاقت کو تیار کرنے کا کام کرتے ہیں۔ وائرل اور پیتھو جینز دونوں یا بیماری پیدا کرنے والے ایجنٹوں کے خلاف ویکسین موجود ہیں۔اور یہ ویکسین وائرس اور بیکٹیریا کو پوری طرح ختم تو نہیں کرتے لیکن ان کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرتے ہیں۔

ٹیکہ ایک دوائی ہے۔کچھ میں زندہ جراثیم ہوتے ہیں، کچھ میں مردہ جراثیم ہوتے ہیں۔ جب یہ دوائی جسم کے اندر جاتی ہے تو اس وقت جسم کا مدافعتی نظام سویا ہوا ہوتا ہے۔جب اسکو ویکسین دیتے ہیں تو اس کا مطلب سوئے ہوئے کو جگا دیا تو وہ فوراً حرکت میں آتا ہے۔اس حرکت میں بچوں کو بخار آتا ہے۔کچھ کو کم کچھ کو زیادہ۔آج کل تو بنا درد اور بنا بخار کے بھی ویکسین دستیاب ہیں۔

بچے کی پیدائش کے دوسرے یا تیسرے دن دو ویکسین دی جاتی ہیں۔جن میں پولیو اور بی سی جی شامل ہیں۔پولیو ویکسین بچے کو پولیو سے بچاتی ہے۔بی سی جی کا انجیکشن بچے کو ٹی بی سے لڑنے کی قوت مدافعت دیتا ہے۔پھر بچے کی پیدائش کے چھٹے ہفتے بعد ایک بار پھر پولیو سے بچاؤ کے لئے پولیو کے دو قطرے دیئے جاتے ہیں۔پولیو ویکسین کے علاوہ ہیپا ٹائٹس ون (ڈی پی ٹی، ایچ بی، ایچ آئی بی) کے انجکشن دیئے جاتے ہیں۔یہ ٹیکہ جات کا کورس نومولود بچے کو نمونیا، ہیپا ٹائٹس، کالی کھانسی، بخار سے محفوظ رکھتا ہے۔بچے کی پیدائش کے دس ہفتے بعد ایک بار پھر پولیو سے بچاؤ کے لئے پولیو کے دو قطرے پلائے جاتے ہیں اور ہیپا ٹائٹس ٹو (ڈی پی ٹی، ایچ بی، ایچ آئی بی) ٹیکے بھی لگائے جاتے ہیں۔چودہ ہفتے کے بعد ایک بار پھر بچے کو پولیو سے بچاؤ کے لئے پولیو کے دو قطرے اور ہیپا ٹائٹس تھری (ڈی پی ٹی، ایچ بی، ایچ آئی بی) کا ڈوز دیا جاتا ہے۔بچے کو نو مہینے کی عمر میں خسرہ سے بچاؤ کے لئے ٹیکہ لگایا جاتا ہے اور دوسرا ٹیکہ ڈیڑھ سال کی عمر میں لگایا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دیگر وبائی بیماریوں سے بچنے کے لئے ویکسین موجود ہیں۔اور یہ ویکسین لگوانا بھی ضروری ہیں۔ویکسین اور ٹیکوں کا کورس پورا کرنے کے بعد بچہ ایک صحت مند زندگی گزار سکتا ہے۔

بچوں کو برابر وقت پر ویکسین اور ٹیکے لگائے جانے چاہئیں تاکہ پانچ سال کے اندر کے بچوں کی اموات کی شرح کم ہو سکے۔یہ ٹیکے سرکاری ہسپتالوں میں مفت دیئے جاتے ہیں۔جو لوگ ویکسین اور ٹیکوں کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔انہیں چاہئے کہ اپنے آس پاس گلی محلے میں معلومات دیں۔ٹیکہ یا ویکسین کے عنوان پر نہ صرف معلومات میں کمی ہے بلکہ ان کے ذریعے اس پر کام کرنے کی بھی بہت ضرورت ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

نئے الیکشن کمشنر راجیو کمار نے عہدہ سنبھالا

نئے الیکشن کمشنر راجیو کمار نے عہدہ سنبھال لیا۔وزارت خزانہ کے سابق سکریٹری کمار کو مسٹر اشوک لواسہ کی جگہ نیا الیکشن کمشنر مقرر کیا گیا ہے۔غور طلب یہ ہے کہ مسٹر لواسہ نے گزشتہ دنوں استعفیٰ دیا تھا اور وہ منیلا میں ایشین ڈیولپمنٹ بینک (اے ڈی بی) کے نائب صدر مقرر کیے گئے تھے۔راجیو کمار 1984 بیچ کے آئی اے ایس افسر ہیں اور جھارکھنڈ کے علاوہ مرکز کی مختلف وزارتوں میں اعلیٰ عہدوں پر کام کر چکے ہیں۔کمار پبلک انٹر پرائیز ز سلیکشن بورڈ کے چیئرمین بھی رہے ہیں۔وہ وزارت خزانہ کے سکریٹری کے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد الیکشن کمشنر مقرر کیے گئے ہیں۔راجیو کمار 19 فروری 1960 میں پیدا ہوئے۔وہ وزارت خزانہ کے علاوہ فروغ انسانی وسائل کی وزارت، وزارت جنگلات اور بینکنگ سیکٹر میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں۔اس طرح انہوں نے 36 برس تک اپنی خدمات انجام دی ہیں۔(یو این آئی)

ریلوے کا تقریباً 100 نئی خصوصی ٹرینیں شروع کرنے کا منصوبہ

ہندوستانی ریلوے کووڈ 19 لاک ڈاؤن کھلنے کے چوتھے مرحلے کے آغاز کے ساتھ ہی مسافروں کے لئے مزید تقریباً 100 نئی خصوصی گاڑیاں چلانے پر غور وخوض کر رہا ہے، ذرائع نے بتایا کہ کچھ اور خصوصی ٹرینیں شروع کرنے کا منصوبہ بنایا جارہا ہے اور اس سلسلے میں ریاستی حکومتوں سے بات چیت شروع ہوگئی ہے۔ذرائع کے مطابق ٹرینوں کی تعداد کا انحصار ریاستوں کی رضا مندی پر ہوگا لیکن یہ تعداد 100 سے 110 کے آس پاس ہوسکتی ہے۔اس وقت قریب 230 خصوصی ٹرینیں چلائی جارہی ہیں۔ذرائع کا کہنا ہے کہ نئی خصوصی ٹرینوں کا فیصلہ بنیادی طور پر ٹریفک اور ٹکٹوں کی مانگ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔اس کے علاوہ ان راستوں کو بھی ذہن میں رکھا جائے گا جہاں فی الحال کوئی بھی مسافر ٹرین دستیاب نہیں ہے۔خصوصی ٹرینوں میں مخصوص زمرے کے علاوہ سبھی طرح کے رعایتی ٹکٹوں پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔(یو این آئی)

مدح صحابہ کانفرنس

کل ہند مجلس تحفظ سنت راجستھان کے زیر اہتمام مدح صحابہ کانفرنس کا انعقاد ہوا،اس کانفرنس کو خطاب کرنے کے لیے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کو مولانا ابوطالب رحمانی اور مولانا عبدالاحد صاحب قاسمی نے مدعو کیا تھا، چنانچہ ۳؍ستمبر ۲۰۲۰ء روز جمعرات کو بوقت ۹:۳۰ ؍بجے شب مفتی صاحب نے آن لائن خطاب کیا، جسے کل ہند مجلس تحفظ سنت کے آفیشیل چینل نے بذریعہ فیس بک نشر کیا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ انبیاء ورسل کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین روئے زمین پر منتخب ترین تھے، دین ان کے واسطے سے ہم تک پہونچا، وہ سب کے سب ثقہ اور عدول ہیں، ائمہ جرح وتعدیل نے بھی انہیں تنقید سے بالاتر سمجھا، خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برا بھلا کہنے سے منع کیا۔مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج تحقیق کے نام پر صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے کا جو مزاج بن گیا ہے، وہ قابل مذمت ہے، امت کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (این این بی)

دعائے مغفرت کی درخواست

گذشتہ دنوں امارت شرعیہ کے محبین و متعلقین میں سے کچھ اہم شخصیات کا انتقال ہوا، جن میں سے چند اہم نام ہیں، امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ اور دفتر امارت شرعیہ کٹک کے نگراں مولانا منظور احمد قاسمی ۳؍ستمبر ۲۰۲۰ء روز جمعہ کو بعد مغرب راہی ملک عدم ہوئے ، وہ کافی دنوں سے صاحب فراش تھے۔مولانا حفظ الرحمٰن قاسمی مبلغ امارت شرعیہ کے بہنوئی مولانا پرویز عالم قاسمی مورخہ ۲؍ستمبر ۲۰۲۰ء کو رات دس بجے اللہ کو پیارے ہوگئے، وہ کئی دنوں سے بیمار تھے اور رانچی ہاسپٹل میں زیر علاج تھے۔حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے خادم خاص جناب حافظ احتشام رحمانی صاحب کی نانی محترمہ کا انتقال ۲؍ستمبر ۲۰۲۰ء کی شب میں ہوا۔اس کے علاوہ جناب حافظ امتیاز رحمانی صاحب خانقاہ رحمانی مونگیر کے چچا جناب سید غلام مرتضیٰ رحمانی ۲۲؍جولائی ۲۰۲۰ء کو رحلت فرما گئے ، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ادارہ نقیب ان سبھی لوگوں کی وفات پر اظہار تعزیت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سبھی مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے، ان کی مغفرت فرمائے، درجات کو بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

نفرت انگیز پوسٹ ڈالنے کی وجہ سے بی جے پی ایم ایل اے راجہ سنگھ پر فیس بک نے لگائی پابندی

تیلنگانہ میں بی جے پی کے رکن اسمبلی اور نفرت انگیز تقریریں کرنے کے معاملہ میں بدنام راجہ سنگھ پر نفرت آمیز پوسٹ ڈالنے کے سلسلہ میں کارروائی کرتے ہوئے فیس بک نے پابندی عائد کردی ہے۔خیال رہے کہ کچھ دنوں پہلے ہی فیس بک پر حکمراں جماعت بی جے پی کے ساتھ ساز باز کرنے اور اس کے لیڈران کے خلاف نفرت آمیز پوسٹوں کے باوجود کارروائی نہ کرنے کا الزام لگا تھا، فیس بک کے ترجمان نے اطلاع دی کہ بی جے پی ایم ایل اے نے نفرت اور تشدد کو فروغ دینے والا مواد فیس بک پر ڈال کر کمپنی کی پالیسی کی خلاف ورزی کی ہے، جس کی وجہ سے ان پر پابندی عائد کی گئی ہے۔دوسری طرف راجہ سنگھ نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کا فیس بک اکاؤنٹ ہیک کرلیا گیا تھا اور ہیکر نے ہی ان کے نام سے قابل اعتراض مواد فیس بک پر ڈالا ہے۔(ایجنسی)

کانگریس میں قیادت کا بحران

معصوم مراد آبادی

کانگریس میں قیادت کا بحران ایک ایسے وقت پیدا ہوا ہے، جب ملک کو ایک مضبوط اور متحرک اپوزیشن کی سخت ضرورت ہے۔ ملک کے عوام یک رخی سیاست سے عاجز آچکے ہیں اور وہ سیاسی محاذ پر ایک نئی تبدیلی کے خواہاں ہیں، حالانکہ ابھی الیکشن بہت دور ہے، لیکن ملک کو دلدل سے نکالنے اور حکمراں طبقے کی من مانیوں پر لگام کسنے کے لئے مضبوط اپوزیشن وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ حکمراں بی جے پی کا خواب یہی ہے کہ وہ اپوزیشن کا خاتمہ کرکے بلاشرکت غیر اس ملک کے سیاہ وسفید کی مالک بن جائے۔ لیکن جمہوریت کی بقاء کے لئے چونکہ اپوزیشن ایک لازمی عنصر ہے، اس لئے ہر محبّ وطن ہندوستانی کی یہی خواہش ہے کہ ایک بے مہار حکومت کو جمہوریت مخالف سرگرمیوں سے جتنی جلدی روک لیا جائے، اتنا ہی ملک کے حق میں بہتر ہوگا۔ بلاشبہ کانگریس ملک کی سب سے قدیم سیاسی پارٹی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کانگریس کے ہاتھوں میں تادیر اقتدار کی باگ ڈور رہنے کی وجہ سے کانگریسی لیڈران عوام سے دور ہوتے چلے گئے اور ان کے اندر انانیت پیدا ہوگئی۔ انھوں نے اپنے دروازے صرف ان لوگوں کے لئے کھلے رکھے جو چاپلوسی کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ کانگریس نے سیکولرزم کے اس سنہری اصول سے بھی قدم قدم پر سمجھوتے کئے جس نے اسے ایک مقبول عام پارٹی بنایا تھا۔ اپنے اصولوں سے سمجھوتوں کی وجہ سے ہی آج کانگریس اپنے وجود کی لڑائی میں پھنس گئی ہے اور اس کے اندر قیادت کا مسئلہ ایک سنگین شکل اختیار کرگیا ہے۔ قیادت کا تازہ بحران اس خط سے شروع ہوا ہے جو پارٹی کے دو درجن کے قریب سینئر لیڈروں نے عبوری صدر سونیا گاندھی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پارٹی کو نئی زندگی دینے کے لئے ایک ایسی متحرک اور موثر قیادت کی ضرورت ہے، جو کل وقتی ہو اور میدان میں سرگرم بھی نظر آئے۔ خط میں ورکنگ کمیٹی کے چناؤ کرانے اور صوبائی قیادت کو زیادہ آزادی دینے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ خط میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ پارٹی اپنا ایجنڈا طے کرکے بی جے پی کو گھیرنے کی نئی حکمت عملی وضع کرے۔ بظاہر اس خط میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس کا بتنگڑ بنایا جاتا، لیکن اس خط کے میڈیا میں لیک ہونے کے بعد پارٹی کی اندرونی چپقلش منظر عام پر آگئی ہے۔ خود پارٹی کے سابق صدر راہل گاندھی نے خط لکھنے والوں پر بی جے پی سے سازباز کرنے کا سنگین الزام لگایا۔ اس خط کی منشا کے بارے میں ایک سینئر کانگریسی لیڈر نے کہا کہ بطور صدر راہل گاندھی کی واپسی کے مطالبے کی ہوا نکالنے کے لئے ہی یہ خط لکھا گیا تھا۔ انتخابات میں شکست کی ذمہ داری کا مطالبہ بھی اسی پس منظر میں ہے۔ حالانکہ راہل اور پرینکا پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ پارٹی کا صدر گاندھی خاندان سے باہر کا بننا چاہئے۔

اس خط کے منظر عام پر آنے کے بعد کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں جو کچھ ہوا اس نے کانگریس کے اندر جاری خانہ جنگی کو پوری طرح بے نقاب کردیا ہے۔ سات گھنٹے چلی میٹنگ میں سونیا گاندھی نے بھی عبوری صدر کے عہدے سے مستعفی ہونے کی پیشکش کی۔ خط لکھے جانے کے وقت پر سوال اٹھاتے ہوئے راہل گاندھی نے کہا کہ یہ خط بی جے پی سے ملی بھگت کرکے لکھا گیا ہے۔ راہل نے کہا کہ جب ماں اسپتال میں تھی، تبھی خط کیوں لکھا گیا۔ جب راجستھان میں سرکار بحران میں تھی تو اس سرگرمی کی ضرورت کیا تھی۔ انھوں نے کہا کہ جو باتیں خط میں اٹھائی گئی ہیں اس کی صحیح جگہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہے، میڈیا نہیں۔ اس معاملے میں پرینکا گاندھی نے بھی راہل سے اتفاق کیا اور خط لکھنے والوں کو بالواسطہ طور پر دوہرے کردار کا حامل بتایا۔ یہاں تک کہ کماری شیلجہ نے خط لکھنے والوں کو بی جے پی کا ایجنٹ تک کہہ ڈالا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کانگریس کے اتنے سینئر لیڈروں پر بی جے پی ایجنٹ ہونے کا سنگین الزام عائد کیا گیا۔ خط پر دستخط کرنے والوں میں غلام نبی آزاد، آنند شرما، کپل سبل، منیش تیواری، ششی تھرور، مکل واسنک اور ویرپا موئیلی جیسے قدآور لیڈران شامل تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں کانگریس کو دی ہیں۔ ان میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جو بی جے پی سے سازباز کرسکتا ہو۔ ظاہر ہے اس کا ردعمل ہونا تھا۔ راہل گاندھی کے بیان پر سب سے تیکھا ردعمل غلام نبی آزاد نے ظاہر کیا۔ انھوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ اگر ان پر بی جے پی سے سازباز کا الزام ثابت ہوجائے تو وہ سیاست سے کنارہ کش ہوجائیں گے۔ کپل سبل نے بھی کہا کہ انھوں نے گزشتہ تیس سال کی سیاسی زندگی میں کبھی بی جے پی کے حق میں ایک لفظ نہیں کہا۔ بعد کو جب راہل کے بیان پر شدید ردعمل ہونے لگا تو پارٹی کی طرف سے نقصان کو کم کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں اور سونیا وراہل نے غلام نبی آزاد سے فون پر بات کرکے معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کی۔

بظاہر اس خط سے اٹھے سیاسی طوفان کو قابو میں کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ پارٹی میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ لیکن سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اگلے چھ ماہ کے بعد جب سونیا گاندھی پارٹی صدارت کے عبوری دور سے مستعفی ہوجائیں گی تو پھر پارٹی کی باگ ڈور کون سنبھالے گا؟ پارٹی کا بڑا طبقہ ایک بار پھر راہل گاندھی کو اس عہدے پر دیکھنا چاہتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ نہرو گاندھی خاندان سے باہر پارٹی کی قیادت جانے کے بعد کانگریس متحد نہیں رہ پائے گی اور اس میں کئی گروپ بن جائیں گے۔ بی جے پی بھی یہی چاہتی ہے کہ کانگریس میں قیادت کے سوال پر خلفشار برقرار رہے تاکہ اسے کانگریس کا تیا پانچہ کرنے میں آسانی ہو۔ بی جے پی نے پہلے ہی ''کانگریس مکت بھارت'' کا نعرہ اچھال رکھا ہے اور وہ ۱۳۵/سال پرانی پارٹی کی قبر کھودنے میں مصروف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کانگریس ہی اس وقت ملک کی واحد پارٹی ہے جس کا دائرہ ملک گیر سطح پر پھیلا ہوا ہے اور ملک کے ہر صوبے میں اس کی اکائی موجود ہے جبکہ بی جے پی اپنی تمام کوششوں کے باوجود اس مقام کو نہیں پہنچ پائی ہے۔ کانگریس کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ملک کی بعض اہم ریاستوں میں اس کا تنظیمی ڈھانچہ بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اور وہ حاشیہ پر پہنچ گئی ہے۔ ان صوبوں میں اترپردیش اور بہار جیسی ریاستیں ہیں' جہاں لوک سبھا کی ایک چوتھائی نشستیں ہیں۔ شمالی ہند میں پارٹی کی یہ حالت نرم ہندتوا کی پالیسی اپنانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ کانگریس نے ایودھیا تنازعہ پر جو دوہرا کردار ادا کیا اس کی وجہ سے مسلمان اس سے بری طرح بدظن ہوگئے اور یہاں کانگریس کا روایتی ووٹ بینک دوسری پارٹیوں میں منتقل ہوگیا ہے۔ یوپی جیسی ملک کی سب سے بڑی ریاست میں گزشتہ چناؤ میں راہل گاندھی خود اپنی امیٹھی سیٹ بچانے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ کانگریس امیٹھی کی سیٹ ہار گئی۔

اب سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کانگریس میں قیادت کے سوال پر جو گھمسان شروع ہوا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا۔ کیا واقعی پارٹی کا نیا صدر نہرو گاندھی خاندان سے باہر سے چنا جائے گا۔ اس کا جواب نفی میں ہے، کیونکہ اس خاندان کے باہر سے پارٹی کا صدر چنا جانا فی الحال ممکن نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پارٹی میں ٹوٹ پھوٹ کا خطرہ پیدا ہوجائے گا۔ درحقیقت نہرو۔ گاندھی خاندان جہاں ایک طرف پارٹی کی کمزوری ہے تو وہیں اس کی سب سے بڑی طاقت بھی ہے۔ پارٹی میں کئی اہل لیڈران موجود ہیں، جو قیادت کے دعویدار ہیں۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس خاندان کے باہر کسی دوسرے لیڈر کو قیادت ملتے ہی گروپ بندی کا ایسا بازار گرم ہوجائے گا کہ پارٹی کو انتشار سے بچانا مشکل ہوگا۔

کانگریس میں خاندانی راج پر سب سے بڑا اعتراض بی جے پی کو ہے اور یہ اعتراض اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس پارٹی کی نئی زندگی کی خواہاں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ اس سوال پر پارٹی میں انتشار پھیلانا چاہتی ہے۔ ایک ایسی پارٹی، کانگریس پر خاندانی تسلط کا الزام لگاتی ہے جس میں جمہوریت کا سب سے زیادہ فقدان ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ آج اس ملک کی کمان فرد واحد کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر حکومت اور پارٹی میں پتہ بھی نہیں ہلتا۔ ایسے میں جب بی جے پی کانگریس میں خاندانی راج کی بات کرتی ہے تو وہ اس کڑوی حقیقت کو قطعی نظرانداز کردیتی ہے کہ کانگریس میں تو ایک خاندان کا راج ہے جب کہ بی جے پی میں تو فرد واحد کے علاوہ کسی کا نام ہی نظر نہیں آتا۔ کس پارٹی کی قیادت کس شخص کے ہاتھ میں ہوگی یہ پوری طرح اس کا اندرونی معاملہ ہے۔ قیادت کی تبدیلی سے زیادہ کانگریس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا کیڈر مضبوط کرے اور تنظیمی سطح پر پارٹی کو مستحکم کیا جائے۔ عوام کے نزدیک جانا اور ان کے دکھ درد کو سمجھنا کانگریس کے لئے بے حد ضروری ہے۔ لاک ڈاؤن کے دوران راہل گاندھی نے دہلی میں تباہ حال مزدوروں سے ملاقات کرکے اور ان کا غم بانٹ کر ایک اچھا کام کیا تھا۔ بی جے پی راہل کے اس قدم سے بلبلا اٹھی تھی۔ اسی طرح پرینکا گاندھی نے لاک ڈاؤن کے دوران مزدوروں کی نقل وحمل کے لئے یوپی سرحد پر سینکڑوں بسیں کھڑی کرکے بی جے پی کو لاجواب کردیا تھا۔ آج فرد واحد کی حکومت میں مسائل سے کراہتے ہوئے عوام کا دکھ درد بانٹنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ سیکولرازم کے بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنا بھی کانگریس کے لئے بے حد ضروری ہے، کیونکہ سیکولرازم میں ہی ہندوستان کی نجات پوشیدہ ہے، جس سے انحراف نے کانگریس کو آج یہ دن دکھائے ہیں۔

منقبت

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم امیرِ شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کی شان میں چند اشعار

اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری دارالقضاء امارتِ شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

ملتِ اسلام کے حضرت ولی ہیں پاسباں
حاملِ جود و سخا ہیں، فضل کے ہیں آسماں
معرفت حق کی ہے ان کو عارفِ کامل ہیں وہ
مرتبہ و شان ان کی ہر کسی پہ ہے عیاں
دردِ ملت ، فکرِ دیں میں زندگی جیتے رہے
وہ شریعت کے محافظ، وہ ہیں میرِ کارواں
لہجہ و طرزِ تکلم آپ کے انمول ہیں
یہ مہارت دیکھ کر کے دنگ ہیں اہلِ جہاں
روح کی تسکین کا سامان ان کی دید ہے
حق تعالیٰ نے انہیں ایسا بنایا ضو فشاں
مدتوں کے بعد ملتے ہیں ہمیں ایسے گہر
ابرِ رحمت ذات ان کی ہے ہمارے درمیاں
نسبتیں ان کی ملے تو زندگی جائے سنور
یا خدا یہ فیض ان کا تا ابد کردے رواں
دستِ شفقت آپ کا سر پر مرے قائم رہے
اولیاء کے آپ وارث، آپ کا دل میں مکاں
منت اللہ کے پسر ہیں اور ہیں نورِ نظر
تاج ور ہیں آپ اہلِ علم کے یہ ہے عیاں
بے غم و بے خوف رہتے ہیں ملامت گر سے وہ
رب کے حکموں کےہیں تابع کچھ نہیں فکرِ زماں
کفر و باطل کے لیے وہ آہنی شمشیر ہیں
ان کے جیسے تیور و انداز ملتے ہیں کہاں
تم جو ہمت ہار کر رکھتے ہو حیدر جس جگہ
ہم نے دیکھا اس جگہ پہ عزم ان کا ہے جوا

نوٹ: اس نظم کی خوبی یہ ہے کہ اس کے شروع کے سات اشعار کے ہر مصرعہ کے پہلے حرف کو بالترتیب جوڑا جائے تو حضرت کا اسمِ گرامی ''محمد ولی رحمانی'' اور آخر کے پانچ اشعار سے دعائیہ کلمہ ''دامت برکاتہٗ'' ابھر کر سامنے آتا ہے۔

بقیــــــات

بقیہ حضرت مولانا قاسم مظفر پوری ...... وہ اپنے گھر اور مدرسہ آنے والے علماء اور صلحاء کو ہدیہ دینے کا خاص اہتمام کرتے، اس مرض الموت میں بھی عیادت کرنے والوں کو ہدیہ سے نوازتے رہے، یہ ان کے مزاج کا لازمی حصہ تھا، میں نے طبقۂ علماء میں مفتی سعید احمد پالن پوریؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ سے زیادہ اس پر عامل کسی کو نہیں پایا۔ احقر پر شفقت اور توجہ کا یہ عالم تھا کہ انتقال سے کوئی پندرہ دن قبل اپنے نواسہ مولانا تقی القاسمی اور مولانا کلیم اللہ صاحب نائب ناظم مدرسہ طیبہ کو بعد نماز مغرب میرے گھر بھیجا اور سلام کے بعد دعا کے لیے کہلوایا، بیماری کے زمانہ میں میرا آنا جانا کثرت سے ہو رہا تھا، اس کے باوجود ان کا یہ کہلوانا توجہ خاص کی علامت ہے۔

حضرت مولانا بعض موضوعات پر لکھنے کو مجھے اکساتے رہتے تھے، جب دہلی میں ایک لڑکی نربھیا کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی، تو حضرت نے اس موضوع پر لکھنے کا مجھے حکم دیا، میرا تفصیلی مضمون ''عزت وناموس کی حفاظت ملک کے لئے بڑا چیلنج'' ان کی اسی خواہش کی یادگار ہے، جب وہ مضمون شائع ہوا تو بڑی دعائیں دیں۔ وہ اسلام کے اجتماعی نظام پر پوری کتاب تیار کرانے کے خواہشمند تھے اس کے لیے میں نے خاکہ بھی تیار کرلیا تھا؛ لیکن مشغولیات کی وجہ سے یہ کام اب تک آگے نہیں بڑھ سکا۔

وہ اصلاح معاشرہ کے لیے انتہائی فکر مند تھے، اور پیرانہ سالی کے باوجود پورے ملک کا سفر کیا کرتے تھے، قادیانیوں کے تعاقب کے لیے بھی ان کی محنت مثالی تھی، جب میرا مقالہ ''قادیانیت اور اس کے شرعی احکام'' منظر عام پر آیا تو اسے انتہائی مفید بتایا اور بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ وہ اردو کے ساتھ اسلامی موضوعات پر پمفلیٹ اور ہینڈ بل بندی میں بھی طبع کرانے پر زور دیتے، فرماتے کہ اردو کی محبت اپنی جگہ؛ لیکن اگر آپ کو اپنی باتیں بڑے حلقوں تک پہونچانی ہے تو ہندی میں کتابوں کا چھپوانا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت مولانا خط لکھنے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، کثرت سے خط لکھتے، میرے پاس ان کے درجنوں خطوط محفوظ ہیں، جو انہوں نے مختلف موقعوں پر مختلف مسائل کی طرف متوجہ کرنے کے لیے لکھے، کبھی موقع ہوا تو ان خطوط کے حوالہ سے بھی کچھ گفتگو کروں گا۔ مولانا ہم سے جدا ہوگئے، ان کی یادوں کو سمیٹنا آسان نہیں ہے۔ زکریا کالونی مظفر پور کے قبرستان میں ہم نے ایک شخص کو دفن نہیں کیا، بلکہ علم وعمل کے پیکر، اسلاف کی یادگار، بڑے فقیہ، بڑے محدث، بڑے خطیب کو سپرد خاک کردیا ہے، ایک گنج گراں مایہ کو تہہ خاک ڈال دیا ہے اور اب؛

خاک سے یہ پوچھنے کی بھی سکت نہیں ہے کہ
تونے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

امارت شرعیہ ایک بلند پایہ قاضی اور ملت ایک عظیم علمی شخصیت سے محروم ہوگئی

ملک کے نامور قاضی وفقیہ اور مشہور عالم دین، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوریؒ طویل علالت کے بعد ۱/ستمبر ۲۰۲۰ء بروز منگل صبح صادق سے ذرا قبل اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون، وہ کئی ماہ سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے، کچھ دنوں قبل ان پر فالج کا بھی حملہ ہوا تھا، مظفر پور کے گلیکسی ہاسپیٹل میں کئی دنوں تک انتہائی نگہداشت کے شعبے (ICU) میں تھے، انتقال سے چند دنوں قبل طبیعت اچھی خاصی سنبھل گئی اور اسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آگئے، لیکن اچانک یکم ستمبر کی شب میں تیز بخار آیا، جو موت کا بلاوا ثابت ہوا اور شب کے آخری پہر میں صبح صادق سے ذرا پہلے علم وتفقہ کا یہ درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے نصف صدی تک مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ میں درس وتدلیس کے فرائض انجام دئے، شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز رہے، ان کے شاگردوں اور فیض یافتگان کا ایک بڑا وسیع حلقہ ہے۔ امارت شرعیہ کے قاضی شریعت کی حیثیت سے آپ نے دار القضاء کے نظام کو وسعت ووقار بخشا، مرحوم اسلامک فقہ اکیڈمی کے نائب صدر، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، مدرسہ طیبہ منت نگر کے بانی، امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ و عاملہ کے رکن اور سیکڑوں مدارس ومکاتب کے سرپرست تھے۔ آپ کی پیدائش کا سال ۱۹۳۷ء ہے، وطن مادھو پور ڈاکخانہ انگواں، ضلع مظفر پور ہے، آپ نے کل ۸۳ سال کی عمر پائی۔ آپ دار العلوم دیوبند کے قدیم اور نامور فضلاء میں تھے، آپ کا شمار شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب حضرت مولان اعزاز علی صاحب وشیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادی رحمہم اللہ کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا تھا۔ آپ کے قابل ذکر علمی و تصنیفی کارناموں میں ادلۃ الحنفیۃ من الاحادیث النبویۃ علی المسائل الفقہیہ، رہنمائے قاضی، مکاتیب رحمانی وغیرہ شامل ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے آپ کی وفات پر اپنے گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب کا علمی مقام ومرتبہ بہت بلند تھا، آپ کے انتقال سے ملک ایک ممتاز عالم وفقیہ سے محروم ہوگیا، آپ نے ایک لانبی مدت تک امارت شرعیہ کے منصب قضا کو زینت بخشی، اس طرح آپ کی وفات سے خود امارت شرعیہ اپنے نہایت ہی محترم اور بلند پایہ قاضی شریعت سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے، حضرت قاضی صاحب کے انتقال پر دفتر امارت شرعیہ میں ایک تعزیتی نشست زیر صدارت جناب مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ منعقد ہوئی، جس میں امارت شرعیہ کے تمام ذمہ دار اصحاب وکارکنان نے شرکت کی۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے آپ کی وفات کو ایک بڑا ملی سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ قاضی صاحب کا علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں ممتاز مقام تھا، فقہ کے نازک سے نازک اور پیچیدہ مسائل کو بڑی خوش اسلوبی اور آسانی کے ساتھ حل فرمادیا کرتے تھے، اگر فریقین کے درمیان کسی مسئلہ میں تنازع ہو جاتا تو بڑی حکمت و بصیرت سے اس طرح سے صلح وصفائی کر دیتے کہ دونوں فریق آپ کے فیصلے سے مطمئن ہوجاتے۔ قاضی صاحبؒ کو امارت شرعیہ پھلواری شریف سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، یہاں کے پیغام کو گھر گھر پہونچانے اور مسلمانوں کے رشتہ کو امارت شرعیہ سے مستحکم کرنے کی ہمیشہ جدو جہد کرتے، وہ خدا ترس عالم دین تھے، خلوت وجلوت میں بھی ان کی زبان ذکر وتسبیح سے تر رہتی، ایسے صاحب فضل وکمال علمی شخصیت کے ہمارے درمیان سے اٹھ جانے سے ہم سب یقیناً ایک بزرگ اور مایۂ ناز عالم ربانی سے محروم ہوگئے۔ نشست کے مہمان خصوصی جناب مولانا ظفر عبد الرؤف رحمانی صاحب جنرل سکریٹری رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر نے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب ہمارے بڑے دنیا سے گزر جاتے ہیں تو چھوٹوں پر ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ بڑوں کے ادھورے نقوش کو پایہ تکمیل تک پہونچائیں۔ بلاشبہ حضرت قاضی صاحب ممتاز عالم دین اور دور اندیش فقیہ تھے، انہوں نے جو علمی کام انجام دیے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ قاضی صاحب بابصیرت عالم دین تھے، میرا ان سے گہرا تعلق تھا وہ چھوٹوں پر شفقت فرماتے اور انہیں آگے بڑھانے کی کوشش کرتے، امارت شرعیہ سے ان کا تعلق عقیدت کی حد تک تھا۔ مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب صدر مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ قاضی صاحب کے وصال سے ایک بڑا علمی خلا پیدا ہوگیا ہے جس کا بظاہر پر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ قاضی صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات تھے، اللہ نے انہیں تواضع وخاکساری کا بہترین نمونہ بنایا تھا، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے قاضی صاحب کی علمی جلالت شان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ میرے استاذ محترم تھے، ان کی تدریس کا انداز نرالہ، تفہیم کی صلاحیت بے مثال اور وہ علمی رسوخ میں ممتاز تھے مرحوم امارت شرعیہ سے نہ صرف بے پناہ محبت رکھتے تھے بلکہ اس کو اپنے ایمان وعقیدہ کا حصہ سمجھتے تھے۔ مولانا قاضی محمد انظار عالم قاسمی صاحب نائب قاضی امارت شرعیہ نے کہا کہ نظام قضا میں حضرت قاضیؒ کو بڑی مہارت حاصل تھی، جس سے نہ صرف قوم وملت بلکہ ملک اور بیرون ملک کے علماء کو بھی بڑا فائدہ پہونچا۔ مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی امارت شرعیہ نے کہا کہ قاضی صاحب اپنے وقت کے ایک زبردست اور صاحب نظر فقیہ وعالم دین تھے، ان کی ذات سے امارت شرعیہ کے دار القضاء کو بڑی تقویت پہونچی۔ جناب محمد سمیع الحق صاحب نائب انچارج بیت المال امارت شرعیہ نے کہا کہ قاضی صاحب کا علم بڑا پختہ تھا، ان کی شفقتیں اور عنایتیں عرصہ تک یاد رہیں گی، آخر میں قاضی شریعت حضرت مولانا عبد الجلیل قاسمی صاحب قاضی شریعت امارت شرعیہ کی رقت آمیز دعا پر مجلس کا اختتام ہوا، نشست کا آغاز مولانا اسعد اللہ کی تلاوت کلام سے ہوا، واضح ہو کہ حضرت قاضی صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے امارت شرعیہ کے علماء کا ایک وفد مظفر پور گیا، نماز جنازہ سے قبل نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے حضرت قاضی کی علمی، فقہی اور روحانی بلندیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت مدظلہ اور قائم مقام ناظم حفظہ اللہ کا تعزیتی پیغام حاضرین تک پہونچایا، تدفین کے بعد وفد نے اہل خانہ سے مل کر اظہار تعزیت کیا اور صبر وثبات کی تلقین کی۔

حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری ایک مؤقر عالم دین اور صاحب طریقت بزرگ تھے

بہار کی ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت، خانقاہ مجیبیہ کے روح رواں اور صاحب طریقت بزرگ عالم دین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری صاحب مورخہ ۳۱/اگست ۲۰۲۰ء کو عصر اور مغرب کی نماز کے درمیان اللہ کو پیارے ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وہ کچھ ہفتوں سے کافی علیل تھے، اور ایمس پٹنہ میں زیر علاج تھے۔ انتقال کی خبر جیسے ہی دفتر امارت شرعیہ پہونچی، پورا ماحول سوگوار ہوگیا، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی قیادت میں امارت شرعیہ کے علماء کا ایک وفد فوراہی خانقاہ پہونچا اور زیب سجادہ حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری صاحب زید مجدہ سے مل کر اظہار تعزیت کیا اور ان تک حضرت امیر شریعت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کا تعزیتی پیغام بھی پہونچایا۔ حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادریؒ کے انتقال پر اپنے گہرے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ مولانا مرحوم ایک بابصیرت، صاحب تحقیق وتصنیف مؤقر عالم دین اور صاحب طریقت بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دل دردمند اور فکر ارجمند کے ساتھ دیگر ڈھیر ساری خوبیوں سے نوازا تھا، وہ مجھ سے ذاتی طور پر بھی بہت قریب تھے، ان کا سانحۂ ارتحال نہ صرف خانقاہ مجیبیہ اور امارت شرعیہ بلکہ پوری ملت کا ایک بڑا علمی ودینی خسارہ ہے۔ اس موقع پر امارت شرعیہ میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی زیر صدارت ایک تعزیتی نشست بھی منعقد ہوئی، اس تعزیتی نشست میں قائم مقام ناظم صاحب نے حضرت مولانا سید شاہ ہلال قادریؒ کی حیات وخدمات، اور ان کی علمی وروحانی بلندی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ مولانا مرحوم کا امارت شرعیہ سے ارادت مندانہ تعلق تھا، جب بھی کسی ملی مسئلہ کے حل کے لیے مدعو کیا جاتا وہ دفتر تشریف لاتے اور بہت صائب رائے دیتے، دینی اور علمی لحاظ سے بھی ممتاز شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے خانقاہ مجیبیہ کے پیغام کو دور دراز علاقوں تک پہونچانے میں انتھک جدو جہد کی اور اللہ نے انہیں اس میدان میں بھی بے حد کامیابی عطا فرمائی، تحریر اور تقریر میں بھی ان کو کمال حاصل تھا، جس سے ملت کو بے حد فائدہ پہونچا، مولاناؒ بڑے متواضع اور منکسر المزاج عالم دین تھے، ایسے دینی وعلمی روشن چراغ کا بجھ جانا، یقیناً ایک بڑا ملی سانحہ ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے۔ اس نشست میں قائم مقام ناظم صاحب کے علاوہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ساحب نائب ناظم، مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صدر مفتی، مولانا ظفر عبد الرؤف رحمانی جنرل سکریٹری رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر، مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم، مولانا محمد انظار علم قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت، جناب سمیع الحق صاحب نائب انچارج بیت المال ودیگر ذمہ داران وکارکنان امارت شرعیہ نے بھی مولانا کی زندگی کے کمالات، ان کے علمی ودینی خدمات اور مولانا کی عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے اپنے دلی صدمہ کا اظہار کیا اور دعا کی گئی کہ اللہ حضرت مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور خانقاہ مجیبیہ وملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کے سکریٹری مولانا امین احمد عثمانی کا انتقال بڑا ملی خسارہ

ملک کی مشہور ومعروف فقہی تنظیم اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سکریٹری مولانا امین احمد عثمانی بھی داغ مفارقت دے گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے ۲/اگست ۲۰۲۰ء بروز بدھ کو تقریباً صبح گیارہ بجے ۶۸/سال کی عمر میں جامعہ ہمدرد کے مجیدیہ ہسپتال میں آخری سانس لی، وہ گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے بیمار تھے، ان کی کورونا رپورٹ پازیٹیو آئی تھی اور گذشتہ دنوں پلازمہ تھیراپی بھی ہوئی تھی، مگر وہ جاں بر نہ ہوسکے۔ ان کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ مولانا امین عثمانی صاحب تنظیمی صلاحیتوں میں ممتاز اور منصوبہ بندی کی باریکیوں سے واقف عالم دین تھے، اسلامک فقہ اکیڈمی کی نشو ونما اور اس کو عالمی سطح پر متعارف کرانے میں ان کا نمایاں کردار رہا ہے، ان کے انتقال سے فقہ اکیڈمی انڈیا کا بڑا نقصان ہوا ہے، ان کی خدمات لانبے وقت تک یاد کی جاتی رہیں گی۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عثمانی اسلامک فقہ اکیڈمی کے روح رواں اور اس کا اہم ترین دماغ تھے، اعلیٰ درجے کے منتظم کار، نام ونمود سے دور، کام سے کام رکھنے والے انسان تھے۔ فقہی موضوعات پر انہیں خصوصی عبور حاصل تھا، وہ پہلے درس وتدریس سے جڑے ہوئے تھے، بعد میں فقہ اکیڈمی سے وابستہ ہوئے اور آخری دم تک اس کو پروان چڑھانے میں اپنی بھرپور علمی، فکری، عملی اور انتظامی صلاحیتوں کو خرچ کرتے رہے، فقہ اکیڈمی کے نظم وانتظام اور اس کے فقہی سمیناروں کے انعقاد میں ان کا کلیدی رول ہوتا تھا، وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، امارت شرعیہ سے ان کی گہری اور قدیم وابستگی تھی۔ ان کی کمی طویل مدت تک محسوس کی جاتی رہیگی۔ امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران وکارکنان نے بھی امارت شرعیہ میں منعقد تعزیتی نشست میں ان کے انتقال پر اپنے رنج وغم کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل دے اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کو ان کا بہتر بدل عطا کرے، آمین

اعلان برائے وظیفہ بیوگان ومحتاجان

امارت شرعیہ سے ہر سال بیوگان ومحتاجان کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے، ہر سال محرم الحرام کے مہینے میں ان وظائف کی تجدید ہوتی ہے، جس کے لیے دفتر نظامت میں درخواست دینی پڑتی ہے، سال ۱۴۴۲ھ میں وظیفہ حاصل کرنے کے خواہش مند تمام قدیم وجدید محتاجان وبیوگان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر نظامت امارت شرعیہ سے فارم برائے وظیفہ حاصل کرلیں اور اس کو پُر کر کے اپنے آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کے پہلے صفحہ (جس میں اکاؤنٹ نمبر، نام اور آئی ایف سی کوڈ صاف صاف تحریر ہو) کی فوٹو کاپی لگا کر ۳۰/محرم ۱۴۴۲ھ تک جمع کر دیں۔ فارم پر اپنے علاقہ کے نقیب/ نائب نقیب اور قاضی شریعت سے ضرور تصدیق کرالیں۔

Volume:60/70,Issue:35 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

بہتر دنوں کی آس لگاتے ہوئے قتیل
ہم بہترین دن بھی گنواتے چلے گئے
(قتیل شفائی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

جمہوریت، عدلیہ اور میڈیا

محمد حنیف خان

جمہوری نظام میں عدلیہ کی تنقید کو شجر ممنوعہ تصور کرلیا گیا ہے، توہین عدالت کو عوام کے ذہن پر اس طرح سوار کردیا گیا ہے اور اس کا ایسا خوف دلایا گیا ہے جس نے سب کی زبانیں گنگ کردی ہیں، لیکن پرشانت بھوشن نے اپنی زبان پر تالا نہیں لگنے دیا، کیا یہ سچ نہیں ہے کہ دولت والوں کو انصاف جلدی ملتا ہے؟ کیا عدالتی نظام میں رشوت حاوی نہیں ہے؟ ہندوستانی عدلیہ کا یہ وہ سچ ہے جسے جانتے سب ہیں لیکن کوئی شخص زبان کھولنے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ توہین عدالت کا وہ مجرم قرار پائے گا، ایسے میں اگر پرشانت بھوشن نے سپریم کورٹ کے چار سابق ججوں کے رویوں اور ان کے فیصلوں کے تناظر میں ان پر سوالیہ نشان لگاتے ہوئے ٹوئٹ کیا، تاریخ داں ہندوستان میں گزشتہ چھ برسوں کو دیکھتے ہیں تو پاتے ہیں کہ کیسے بنا ایمرجنسی کے ملک سے جمہوریت کا خاتمہ کیا گیا یہ تاریخ دان سپریم کورٹ اور خاص طور پر چار سابق چیف جسٹس کے کردار پر سوال اٹھائیں گے تو یہ معاملہ بڑا بن گیا، چاروں سابق چیف جسٹس کے فیصلوں اور سبکدوشی کے بعد ملنے والے انعامات کا جائزہ لے لیجئے، حقیقت سمجھ میں آجائے گی، اگر ان کی باتوں میں سچائی نہ ہوتی تو وہ نہ تو عدلیہ کے سامنے کھڑے رہ سکتے تھے اور نہ ہی عدالتی نظام سے تعلق رکھنے والے بار ایسوسی ایشن جیسے ادارے ان کے ساتھ کھڑے ہوتے، شفافیت میں یقین رکھنے والا ملک کا ایک بڑا طبقہ ان کے شانہ بشانہ کھڑا ہے، کیا عدلیہ ان سبھی افراد کو توہین عدالت کا مجرم قرار دے گی؟ دراصل چھ برس کا لاحقہ لگا کر پرشانت نے حکومت اور منتظمہ کو بھی کٹہرے میں کھڑا کردیا تھا، اس طرح انہوں نے جمہوریت کے سبھی ستونوں پر انگلی اٹھائی تھی، عدلیہ نے اس پر از خود نوٹس لے کر ان کے خلاف توہین عدالت کا کیس چلا دیا تاکہ اس سے زبانوں پر تالے لگ جائیں، اور آئندہ کسی میں ہمت نہیں ہو کہ انصاف کے نظام کے حوالے سے کوئی حق بات رکھ پائے، اس سے عدالتی نظام کے ایسے افراد جو انصاف ومساوات کی راہ میں رکاوٹ بن کر خود کو دولت مند بنانے کا خواب دیکھتے ہیں وہ بے لگام ہوجائیں گے، جج ہوں یا وکیل، ہیں سب انسان ہی، ایسے میں ان سے بھی غلطی کا امکان ہے، اس لئے ان کی غلطیوں کی نشاندہی اور اس پر تنقید کو جرم کے دائرے میں نہیں لایا جاسکتا بلکہ یہ عین جمہوریت کا تقاضہ ہے۔

آج آئین کے رکھوالے خود ہی دو حصوں میں تقسیم ہوچکے ہیں، ایک حصہ وہ ہے جو آئین میں نہ صرف یقین رکھتا ہے بلکہ ان کی روح کو سمجھتا بھی ہے، جس کے مطابق وہ خود عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر آئین یعنی جمہوریت کی بالادستی کو یقینی بناتا ہے، لیکن دوسرا حصہ وہ ہے جو ظاہرا تو آئین وجمہوریت میں یقین رکھتا ہے مگر باطنا وہ اس کے خلاف ہے یا یوں کہہ لیں کہ وہ اس کے لوپ ہول تلاش کرکے آئین کو آئین کے ذریعہ ہی متاثر کرنے کی سازشیں کرتا رہتا ہے، عدلیہ کو چاہئے کہ وہ دوسرے قماش کے افراد کی حوصلہ شکنی کرے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ جمہوریت کے لئے کسی طرح سودمند نہیں ہوسکتا۔ عدلیہ سے متعلق دوسرا واقعہ ممبئی ہائی کورٹ کا وہ فیصلہ ہے جس میں اس نے تبلیغی جماعت سے وابستہ غیر ملکیوں سے متعلق کہا تھا کہ ان کو بلی کا بکرا بنایا گیا ہے، کیا ہندوستان میں کورونا وائرس کے پھیلاؤ کی وجہ تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد ہی ہیں؟ ان کے علاوہ کوئی نہیں؟ جب پوری دنیا میں اس وائرس نے قہر برپا کیا تو پھر ایسا بیانیہ حکومت اور میڈیا نے ملک کر کیوں قائم کیا جس سے ملک کے پورے ایک طبقے کے خلاف نفرت پھیل گئی؟ اس کے لئے ایسا بیانیہ قائم کرنا حکومت اور میڈیا دونوں کی منشا کو ظاہر کرتا ہے، یوپی میں علاج کے لئے آنے والے مریضوں سے ایک ایسے سرکاری اقرار نامے پر دستخط کرائے جاتے ہیں جس میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کا ایک حصہ تو نہیں ہیں یا ان کے رابطے میں آئے ہوں، رابطے میں آنے کی بات تو سمجھ میں کسی طرح آسکتی ہے لیکن نظریاتی سطح پر اگر کوئی تبلیغی جماعت کا حصہ ہے تو کیا اس کے ساتھ الگ رویہ اختیار کیا جائے گا؟ سرکار نے اس اقرار نامے میں یہ شق ڈال کر کس ذہنیت کا مظاہرہ کیا؟ اس پر کبھی سرکاری ادارے نے سوالیہ نشان لگایا؟ کیا یہ ایک پورے طبقے کو اچھوت بنانے اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے کا حصہ نہیں؟ حکومت اور میڈیا کے ذریعہ قائم اس بیانئے اور رویے کی وجہ سے آج مسلمانوں اور خاص طور پر تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد کے خلاف پورے ملک میں نفرت کا ماحول ہے، لیکن اس پر بولنے والا کوئی نہیں ہے، کیا حکومت اور میڈیا دونوں کا رویہ اس معاملے میں درست ہے؟

ممبئی ہائی کورٹ نے جب اپنا فیصلہ سنایا تو ان ججوں کے خلاف بھی سوشل میڈیا پر نفرت بھری گفتگو شروع ہوگئی، اگر پرشانت بھوشن کے خلاف کارروائی ہوسکتی ہے تو ان ججوں کی جانچ کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف کارروائی کیوں نہیں ہوسکتی؟ عدلیہ ان کے خلاف از خود نوٹس کب لے گی؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب نہ ملنے کی وجہ سے پرشانت بھوشن اور ممبئی ہائی کورٹ کے فیصلے کو ایک تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس معاملے میں سب سے زیادہ خراب کردار میڈیا کا رہا ہے، جس کی وجہ سے سماج میں نفرت کا سیلاب آیا ہے، اس پر قدغن کون لگائے گا؟ کیا انصاف اور مساوات کا یہی تقاضہ ہے کہ ایک پورے سماج کے خلاف ملک میں ماحول بنا دیا جائے؟ پرشانت بھوشن کے معاملے میں از خود نوٹس لینے والی عدلیہ کیا ملک میں پھیلی اس نفرت اور اس نفرت کو پھیلانے والوں سے واقف نہیں؟ وہ اس معاملے میں کیوں از خود نوٹس نہیں لے رہی ہے؟ وہاں تو چار ججوں /افراد کو مخصوص کردیا گیا تھا مگر یہاں پورے طبقے بلکہ ایک پورے مذہب کے ماننے والوں کی دن رات توہین ہوتی ہے، کیا وہ انسان نہیں ہیں؟ نفرت پھیلانے والے میڈیا اداروں /افراد کو سزا کب ملے گی، ؟ ملے گی بھی یا نہیں، یہ بھی یقینی نہیں ہے۔ بمبئی ہائی کورٹ کے فیصلے کی اہمیت ہے مگر ایک طبقے کو جتنا بدنام ہونا تھا ہوچکا، اس کے خلاف سماج میں نفرت پھیل چکی لیکن اس فیصلے سے یہ ضرور ہوگا کہ آئندہ کے لئے مذموم پروپیگنڈہ کرنے والے افراد اور اداروں کو ایک سبق ضرور مل جائے گا۔

جمہوریت کے چار ستونوں میں تین کا تعلق حکومت سے ہے جب کہ ایک عوام سے، لیکن اس کے لئے ضابطے حکومت ہی طے کرتی ہے، اس کے باوجود چوتھا ستون آزاد ہے، سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ اس چوتھے ستون کو آزاد رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اگر یہ بھی حکومت کے دائرے میں ہوتا تو کیا برائی تھی؟ اس کا بہت سیدھا اور آسان جواب یہ ہے کہ جب اس ستون نے خود کو آزاد رکھ کر حکومت کا خود کو صرف ہم نوا بنالیا تو سماج میں ہر طرف نفرت پھیل گئی اور وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا، اگر یہ حکومت کا حصہ ہوتا تو کیا ہوتا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ میڈیا جمہوریت کا چوتھا ستون ہے جس کو آزاد اس لئے رکھا گیا تاکہ یہ عوام اور حکومت کے مابین پل کا کام کرے اور اگر باقی ماندہ تینوں ستونوں مقنّنہ، عدلیہ اور منتظمہ میں سے کوئی غلطی کرے یا سرزد ہوجائے یا وہ جمہوری اقدار کے خلاف کام کریں تو یہ عوام کی آواز بن کر بہت کھلے لفظوں میں اس کی تنقید کرے اور رائے عامہ اس طرح ہموار کرے کہ وہ تینوں جمہوری اقدار کے پاس ولحاظ پر مجبور ہوجائیں، آمرانہ مزاج والوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ وہ ان چاروں ستونوں کو منہدم کرکے اپنی مرضی کے مطابق آمرانہ طور پر حکومت کریں، اسی کا شاخسانہ ہے کہ جمہوریت اپنے اقدار کھوچکی ہے اور اس میں میڈیا کا سب سے بڑا ہاتھ ہے، اگر میڈیا نے اپنا فریضہ ادا کیا ہوتا تو جمہوریت کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

جمہوریت میں میڈیا کا رول: جمہوریت میں عدلیہ اور میڈیا کا رول بے حد اہم ہوتا ہے، کیونکہ جمہوریت ہی نہیں کسی بھی نظام کو چلانے کے لئے انصاف کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے، مگر منصف عوامی مسئلوں پر دائر عرضیوں کو سننے کے لئے فوراً وقت نہ نکال پائیں، دیگر مسئلوں پر دائر عرضیوں کو سننے کے لئے تیار رہیں تو پھر عام لوگوں کا ان پر اعتماد متزلزل ہونا فطری ہے، یہ اعتماد اس وقت اور متزلزل ہوجاتا ہے جب وہ اہم معاملوں میں فیصلہ سنانے والے منصف کو عہدے سے سبکدوش ہوتے ہوئے اور نیا عہدہ قبول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر نہیں تو پھر یہ اندیشہ بھی نہیں رکھا جانا چاہئے کہ عدلیہ یا میڈیا میں سارے ایک جیسے لوگ ہی بیٹھے ہیں، ان دونوں میں بہت اچھے لوگ بھی ہیں، وہ اپنی اچھائی اور سچائی کا اظہار اپنے قول وعمل سے کرتے رہتے ہیں، یہ بتاتے رہتے ہیں کہ انصاف انہیں بے حد عزیز ہے، کئی میڈیا والوں کو لوگ 'بھونپو' 'ترجمان' یہاں تک کہ 'دلال' کہہ ڈالتے ہیں لیکن کتنے لوگ ہیں جو سوچتے ہیں، ہم جیسا سماج بنائیں گے، جیسے لوگ بنائیں گے ویسے ہی لوگ عدلیہ، میڈیا اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں نظر آئیں گے، عام لوگ مصلحت پسندی چھوڑ دیں، کالے کو کالا اور سفید کو سفید کہنے لگیں تو پھر میڈیا میں بھی سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ بتانے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی کیونکہ میڈیا میں لوگ دوسری دنیا سے نہیں آتے، اگر کوئی آدمی سچ کا بکھان کرتے وقت اپنے محسن جھوٹے شخص پر تنقید نہیں کرتا، پھر میڈیا والا مضمون لکھتے یا بحث ومباحثہ کرتے وقت ایسا ہی کرتا ہے تو اس شخص کو برا کیوں لگتا ہے؟ جب دودھ کی ایک تھیلی ۲۳/روپے کی ہو اور ۳/تھیلیوں کے لئے دکاندار ۷۰/روپے وصول کرے، جب آٹو کا کرایہ ۳۴ روپیے ہو اور ڈرائیور ۳۵ روپے وصول کرے اور اسی طرح مختلف شعبوں کے لوگ کریں، پھر انہیں سچائی اور اچھائی کی باتیں کرنے کا کیا حق ہے؟ میڈیا میں کئی اچھے لوگ ہیں، انہوں نے اپنے اصول سے سمجھوتہ نہیں کیا، سچ کہنے کی عادت نہیں چھوڑی، بڑے اداروں کو چھوڑ دیا، یوٹیوب کے توسط سے اپنی بات کہنے لگے تو ان کی قدر کرنی چاہئے، ان کا حوصلہ بڑھانا چاہئے، ان سچے صحافیوں اور منصفوں کی قدر کی جائے گی تو سماج میں خود بخود مثبت تبدیلی آئے گی، اس کے لئے الگ سے محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)